ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ
۹ مئی ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

والدین کو خوش رکھنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رِضَی اللّٰہِ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَ سُخْطُ اللّٰہِ فِیْ سُخْطِ الْوَالِدَیْنِ اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَ صَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ کے واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں اور اللہ تعالےٰ کی ناراضی ماں باپ کی ناراضی میں ہے — اس کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کنیت ابوعبدالرحمٰن یا ابومحمد ہے۔ خود بھی صحابی ہیں ان کے والد حضرت عمرو بن العاص بھی صحابی ہیں۔ بڑے عابد و زاہد، حافظِ قرآن و حدیث تھے حضورؐ سے حدیثوں کے لکھ لینے کی اجازت طلب کی تو حضورؐ نے اجازت دے دی تھی۔ اسی لئے حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ میری حدیثیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے سب سے زائد ہیں۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرو لکھ لیتے تھے میں نہیں لکھ سکتا تھا۔ ان کی والدہ ان کے لئے سرمہ بنایا کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ رات رات بھر عبادت کرتے تھے۔ چراغ گل کر دیتے اور رویا کرتے تھے اس سے آنکھوں کی پلکیں گر گئی تھیں۔ یہ اپنے والد سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور والد سے تیرہ سال چھوٹے ہیں۔ ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۸ھ میں اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک عمان کے حاکم رہے ۴۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو حاکم مصر ہوئے اور ۶۵ھ میں مصر میں وفات پائی تاریخ وفات و مقامِ وفات میں اختلاف بھی ہے

امام ترمذیؒ محمد بن عیسٰی نام ہے ابوعیسٰی کنیت ترمذ شہر جو نہر جیحون کے شرقی کنارہ پر ہے اور مشہور شہر ہے کے رہنے والے تھے بڑے عالم، حافظ حدیث فقیہ حدیث تھے۔ فقہ میں بڑی دستگاہ تھی۔ امام بخاریؒ اور ان سے پہلوؤں کے شاگرد تھے۔ حدیث میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ترتیب و فوائد اور کم مکررات میں ان کی کتاب سب سے اچھی مانی جاتی ہے۔ ۱۳ رجب ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ مگر ابوعیسٰی کنیت رکھنے میں ناپسندیدگی ہے ایہام ہے۔ گو عیسٰی سے مراد اس کا بیٹا ہوتا ہے مگر وہم ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کوئی باپ تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اپنے بیٹے کو اس کنیت پر مارا تھا۔ انہوں نے عذر کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنیت رکھی تھی۔ تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب گناہ معاف ہیں۔ یعنی وہ بیان جواز کے لئے تھا۔ اب امام ترمذی نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی نیت سے رکھا ہے اور ایہام پر توجہ نہیں کی یا حدیث نہ ملی ہوگی۔ غرض یہ کنیت مکروہ ہے۔

ابن حِبّان۔ محمد بن حبان نام ابوحاتم کنیت ہے۔ علم فقہ و لغت کا ظرف شمار ہوتے ہیں مصر و خراسان میں رہے ہیں۔ ان کی کتاب ایک سند ہے جس میں صحابیوں کے نام سے احادیث جمع کی ہیں اور صحیح حدیثوں کا التزام کیا ہے۔ فقیہ و حافظِ حدیث تھے۔ اور طب و نجوم اور مختلف فنون کے عالم تھے۔ بڑے واعظ تھے شوال ۳۵۴ھ میں اسی سال کی عمر میں وفات پائی ہے —— کتاب الضعفا اور ایک تاریخ بھی لکھی ہے۔ مستدرک کے مصنف حاکم ان کے شاگردوں میں ہیں

الحاکم۔ محمد بن عبداللہ نیشاپوری، کنیت ابوعبداللہ ابن البیّع لقب ہے۔ دو ہزار کے قریب محدثین سے علم حاصل کیا ہے۔ دار قطنی و بیہقی ان کے شاگردوں میں ہیں۔ صاحبِ تصانیف عالیہ ہیں۔ کتاب مستدرک میں زیادہ وہ حدیثیں لی ہیں جو بخاری و مسلم کی شرط کے موافق تھیں مگر انہوں نے نہیں لی تھیں۔ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور صفر ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔

حلِ الفاظ

رضی بکسر راء پسندیدگی اور اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت ہونے سے قبول ہونا اور ثواب [illegible] ثواب اور دوسری سے پسندیدگی و خوشی [illegible] ہے۔ سخط۔ بضم سین و سکون خاء و ضم [illegible] سین و خاء و فتح سین و خا تینوں لغت ہیں رضا کی ضد ہے لہذا رضا کے جو معنے تھے اس کی ضد یہاں ہے یعنی بارگاہِ الٰہی میں قبول نہ ہونا۔ ثواب نہ پانا، والدین کی ناخوشی۔

تشریح

آیت:- وَاِنْ جَاھَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ (اگر ماں باپ تم پر سختی بھی کریں کہ تم ہمارے ساتھ شریک کرو اس کو جس کا تم کو یقین و علم ہی نہیں تو تم ان کی فرمانبرداری نہ کرنا۔ اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہنا) سے معلوم ہوا کہ گناہ میں ان کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ اس میں ان کی ناراضی اللہ کی ناراضی نہیں۔ اس [illegible] جو کام فرض واجب ہیں ان سے روکیں یا حرام یا مکروہ تحریمی میں ان کا حکم دیں تو ان کی فرمانبرداری لازم نہیں۔ اور جو کام ثواب کے ہوں یا ویسے ہی دنیا کے جائز ہوں ان میں اگر روکیں اس کی زندگی تلخ ہونے کا خطرہ نہ ہو [illegible] خدمت کی ضرورت بھی ہو تو اُن سے رُک جانا ضروری ہوگا۔ محتاج خدمت ماں باپ کو جب کوئی خدمت کے لئے نہ ہو چھوڑ کر ان کی مرضی کے خلاف طلبِ علم بلکہ جہاد میں بھی جانا جائز نہیں۔ اگر محتاج خدمت نہ ہوں یا اور کوئی خدمت کو ہو تو جائز ہوگا۔ اگر ماں باپ کافر بھی ہوں تو اس آیت سے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا ضروری ہے۔

بخاری کی حدیث میں ہے ایک شخص نے پوچھا۔ حضورؐ! ماں باپ میں زیادہ اچھا برتاؤ کس کے ساتھ کروں۔ فرمایا۔ ماں کے ساتھ۔ تین بار سوال و جواب یہی ہوا۔ اس لئے ماں کا حق باپ کے حق سے مقدم ہے۔ شارح بخاری ابن بطال کہتے ہیں۔ ماں کا حق باپ کے حق سے تین گُنا زیادہ ہے۔ ماں کے حق کے مقدم ہونے پر بعض علماء نے اجماع نقل کیا ہے — [illegible] السلام) حدیث ۲۳ باب ۱۵ بھی ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۱۵	۲۱ رصفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق ۹ رمئی ۱۹۶۹ء	شمارہ ۱

"خدام الدین" کا پندرھواں سال

(نائب مدیر)

الحمد للہ "ہفت روزہ خدام الدین" زیرِ نظر شمارہ سے زندگی کے پندرھویں سال میں داخل ہو رہا ہے —— یہ خداوندکریم کا فضل و کرم اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ خدام الدین کے ذریعے حق و صداقت کی آواز دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہی ہے۔ خدا کرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ پودا تا ابد پھولتا پھلتا رہے۔ اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کا یہ سلسلۂ خیر جاری و ساری رہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہم میں بے شمار کوتاہیاں اور خامیاں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود چودہ سال کے عرصہ میں خدام الدین کے ذریعے لاکھوں گم کردہ راہ لوگوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ اور اسی لئے اکثر بزرگوں اور رہنماؤں نے خدام الدین کو تبلیغ و ہدایت کا سرچشمہ اور کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں روشنی کا ایک مینار قرار دیا ہے۔

بہر حال ہم تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدام الدین نے کبھی فریضۂ تبلیغ میں کوتاہی نہیں کی، کبھی کسی کے یمین و یسار نہیں چلا، کبھی کسی کی پشت پناہی نہیں کی، وہی کہا جس کو حق سمجھا اور حق کی پاداش میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور ہمیشہ بزرگوں سے دعائیں لی ہیں۔

ہمارا چودہ سالہ ماضی شاہد ہے کہ خدام الدین ہمیشہ مناظرہ بازی کے چکر سے دور رہا ہے اور باوجود اس کے کہ اسے بے شمار دفعہ بحث و تمحیص کے خارزار میں الجھانے کی کوششیں کی گئی ہیں یہ ہر بار اپنا دامن بچا کر نکل جاتا رہا ہے اور ہمارا شروع ہی سے یہ مطمحِ نظر ہے کہ خدام الدین بغیر کسی امتیاز کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے اور ایثار و خلوص اس کا سرمایۂ حیات ہے —— چنانچہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص عنایت ہے کہ کوئی ہفت روزہ خواہ دینی ہو یا ادبی، سماجی ہو یا فلمی، حکومت کے زیرِ سایہ چل رہا ہو یا سرمایہ داری کے بل بوتے پر اتنی اشاعت کا مالک نہیں۔ جتنی کہ آپ کے اس محبوب جریدہ کی ہے۔

"اشتہارات" اخبارات کے رگ و پے میں خون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن خدام الدین نے اشتہارات کی کبھی پرواہ نہیں کی، یہ اس کی پالیسی کے خلاف ہے کہ خلافِ مسلک، مخرّبِ اخلاق، شرطیہ علاج اور دیگر مبالغہ آمیز باتوں پر مبنی اشتہارات سے صفحات کو پراگندہ کیا جائے۔ ہم آئندہ بھی عہد کرتے ہیں کہ خدام الدین کو اسی پالیسی پر گامزن رکھیں گے۔ جو پالیسی کہ اس کے بانی قدس سرہٗ نے وضع کی تھی اور وہ تھی اللہ کی رضا کے لئے کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ —— اللہ تعالےٰ ہمیں اس عہد کو کما حقہٗ پورا کرنے کی توفیق دے۔ ایک ضروری بات اس فہرست میں مزید عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ خدام الدین کے بعض ایجنٹ حضرات کا نامناسب رویّہ شیوۂ نادہندگی ہمارے لئے مشکلات کھڑی کر دیتا ہے —— ہم ایسے حضرات کو ہر ممکن طریقہ سے آمادہ کرتے ہیں کہ پرچہ کے واجبات پورے اور وقت پر ادا کر دیں تاکہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہر جگہ پہنچتی رہے۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ حضرات جو دینی پرچہ کی فروخت کے ایجنٹ ہیں ان ایجنٹوں سے کہیں زیادہ پیسہ خور اور نادہندہ ہیں جو بداخلاقی پر مبنی جرائد فروخت کرتے ہیں —— ہم ان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وہ خدارا اپنے رویّہ کا جائزہ لیں اور پرچہ کے مکمل واجبات وقت پر ادا کر دیا کریں۔ قارئین کرام کا بھی دینی فرض ہے کہ وہ کوشش کریں کہ ان کے دئے ہوئے پیسے ہم تک پہنچ جائیں اور یہ سلسلۂ خیر ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی رضا کی خاطر دینِ حق کی نشر و اشاعت میں حصّہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

بھارت کے صدر کا انتقال

بھارت کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین ۲ رمئی کی صبح کو حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال کر گئے۔ مرحوم قائم گنج یو۔ پی کے ایک مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ وہ ۸ رفروری ۱۸۹۷ء کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ۹ رسال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کچھ عرصہ جامعہ ملیہ (جس کی بنیاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا نے رکھی تھی) کے شیخ الجامعہ بھی رہے۔ بعد میں انہوں نے علی گڑھ

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مجلس ذکر — ۱۳ ر صفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق یکم مئی ۱۹۶۹ء

یادِ خدا کے ثمرات

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی ——

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی: اَمَّا بَعدُ :—
فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ: بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؕ

فَاذکُرُونِیٓ اَذکُرکُم وَاشکُرُوا لِی وَلَا تَکفُرُونَ ۵ (س البقرہ آیت ۱۵۲)
ترجمہ: پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو۔ اور ناشکری نہ کرو۔

ایمان کے مقابلے میں ہر دولت ہیچ ہے

میں اکثر ذکر کیا کرتا ہوں کہ دنیا بھر کی وجاہتیں، حکومتیں، سطوتیں، بادشاہتیں، دولتیں آپ کو مل جائیں۔ اور ایمان کی دولت سے اللہ تعالےٰ محروم رکھیں تو یہ گھاٹے کا سودا ہے جس قدر دنیا کے وسائل ہیں سب یہیں دھرے رہ جائیں گے۔ خالی ہاتھ آئے تھے، خالی ہاتھ جائیں گے۔ کوئی نہ ساتھ لے کر آیا ہے نہ ساتھ لے کر جائے گا اس دنیا سے انسان فقط نیک و بد اعمال لے کے جائے گا۔ یہ تمام وجاہتیں دولتیں، عدالتیں، فوجیں، وزارتیں، سفارتیں، صدارتیں اور گورنریاں یہیں رہ جائیں گی۔ آپ دیکھیں گورنروں اور صدروں کا حشر، ساری دنیا کے وزیر اعظموں کا حشر —— اللہ والوں کا حشر بھی دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا — وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُّقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَموَاتٌ ؕ بَل اَحیَاءٌ وَّلٰکِن لَّا تَشعُرُونَ ۵ (س البقرہ آیت ۱۵۴) ترجمہ۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

نیک لوگوں کے تذکرے آج بھی زندہ ہیں

نبی بھی زندہ اور شہید بھی زندہ اور اس کے بعد نیکوکار بھی۔ دنیوی زندگی جو ہے یہ زندگی نہیں۔ لیکن فارسی میں مشہور مثل ہے کہ ع

نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

اچھا نام چھوڑنے والے حاتم طائی ہوں یا نوشیرواں ہوں یہ تو ہیں دنیوی لیکن آج ہم پیغمبران عظام کا ذکر اس طرح کرتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے چل پھر رہے ہیں۔ حضرت نوحؑ کب کے گذر گئے؟ حضرت آدم علیہ السلام ابتدائے آفرینش میں گذر گئے، اسی طرح حضرت موسیٰؑ کبھی کے اللہ کو پیارے ہوئے، کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور اولیاء اللہ کا تو کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ مفسرین، محدثین، فقہاء کا کوئی شمار نہیں لیکن ہماری ہی کیا، دنیا بھر کی تاریخوں کے اندر ان کا ذکرِ خیر چل رہا ہے اور وہ لوگ اپنی تاریخوں کے اندر اپنے بزرگوں کا اس شد و مد سے ذکر نہیں کرتے۔ خدا کی عجیب قدرت ہے۔

جو اللہ کا نام لینے والا ہے وہ بھی حیات جاوید پا جائیگا

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، کبھی آپ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا اٹھا کر دیکھیں۔ آپ کے دشمنوں کی لکھی ہوئی ہے لیکن اسلام پر، پیغمبر علیہ السلام پر، توحید پر اور اس کے بعد تاریخ اسلام میں جو اہم واقعات ہوئے ان پر، ان کی شخصیات پر جو انہوں نے بحثیں کی ہیں تو آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اسی طرح آپ اندازہ لگائیے یہاں دنیا سے بزرگ کب کے چلے گئے، پانچسو سال، ہزار سال، تین سو سال، دو سو سال، چودہ سو سال سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خوش بخت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین حیاتِ جاودانی پا گئے لیکن ہمارے دلوں میں دن بدن اُن کی عزت، ان کی عظمت اور ان کی یاد تازہ در تازہ ہو رہی ہے۔ اپنے نانا دادا کو ہم نہیں جانتے۔ پردادا، نکڑدادا کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا دین پھیلانے والے، تبلیغ کرنے والے، حق و صداقت اور خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والے، ایسے ہمارے دلوں میں اجاگر ہیں۔ جیسے اب ہمارے سامنے چل پھر رہے ہیں۔ سو یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ خود حیّ و قیّوم ہے اور جو اس کا نام لینے والا ہے وہ بھی حیاتِ جاوید پا جائے گا۔ زندگی اس کی عنایت ہے اور موت اس سے زیادہ اللہ کی رحمت۔ اس لئے اس دھن میں جینا کہ اللہ کے دین کا ڈنکا بجے، اعلائے کلمۃ الحق کے لئے دامے، درہمے، قدمے، سخنے جان کی بازی بھی لگا دیں، اولاد کو بھی راہِ خدا میں تج دیں۔

اسلام کا اصل زمانہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح راہِ خدا میں بیوی کو، بچے کو، بے آب و گیاہ مقام پر حکمِ خداوندی کی تعمیل میں چھوڑ دیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے تک کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ تسلیم و رضا کی بات ہے۔ یہ اسلام کے سوا آپ کو کہیں نہ ملے گی ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسمٰعیلؑ

یعنی ایک اسمٰعیلؑ پر اور ایک حسینؓ پر ہی موقوف نہیں۔ یہ تاریخ ساری ہی رنگین ہے، ایں خانہ ہمہ آفتاب است، حضرت نوحؑ نے کیا کم قربانی دی؟ حضرت موسیٰؑ نے کوئی کسر چھوڑی؟ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ اور حضرت حسینؓ نبی نہیں۔ لیکن نواسائے رسولؐ ہونے کی حیثیت سے سارا خاندان راہِ خدا میں ایک ایک کر کے کٹوا دیا۔ مگر باطل کے آگے جھکنے نہ پائے۔

خوب کہا ہے حضرت اجمیریؒ نے ؎

شاہ ہست حسینؓ بادشاہ ہست حسینؓ
دین ہست حسینؓ دین پناہ ہست حسینؓ

(باقی صہ۱۵ پر)

۱۴ رصفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲ رمئی ۱۹۶۹ء

”ریاء“ اخلاص کے لئے سمِ قاتل ہے — اس سے ہر حال میں بچئے

دکھلاوے کی کوئی نیکی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذباللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ ھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙۖ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ ۖ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا ○ (پ ۵ س النساء - آیت ۱۴۲-۱۴۳)

ترجمہ: منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی ان کو فریب دے گا۔ اور وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سُست بن کر کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ کفر اور ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں، نہ پورے اس طرف ہیں اور نہ پورے اس طرف۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اُس کے واسطے ہرگز کہیں راہ نہیں پائے گا۔

حاشیہ کشف الرحمٰن بلاشبہ یہ منافق اپنے زعمِ باطل اور خیالِ فاسد میں اللہ تعالےٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ اُن کے اس مکر و فریب کی ان کو سزا دینے والا ہے۔ اور یہ منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو محض لوگوں کے دکھانے کے لئے بڑی سستی اور اکساہٹ سے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی مختصر سا۔ ان کی حالت یہ ہے کہ کفر و ایمان کے درمیان تردّد و تذبذب میں مبتلا ہیں۔ اور اُدھر میں لٹکے ہوتے ہیں۔ نہ پوری طرح مسلمانوں کی طرف اور نہ پوری طرح کافروں کی طرف، اور بات یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ ہی گمراہی میں مبتلا رکھے تو اے مخاطب! تو اس کے لئے ایمان لانے اور مومن ہونے کی کوئی راہ نہ پائے گا۔

خادع کے معنی دھوکہ، مکر، فریب، دغا ——— کسالیٰ، کسلان کی جمع ہے۔ کسل کا لفظ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایک کام کرنے کو جی نہ چاہے اور کسی وجہ سے کرنا پڑے تو بولا کرتے ہیں فلاں شخص ہارے جی سے کام کر رہا ہے۔ جس کام میں نشاط اور انبساط نہ ہو — چونکہ نماز پر اعتقاد نہیں اس لئے مارے باندھے کی نماز ہے۔ اسی حالت کا بیان ہے۔ یرآءُون محض دکھاوے کے لئے اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اسی بناء پر نماز میں کچھ پڑھتے بھی نہیں۔ کسی وقت خالی زبان ہلا دی یا ایک آدھ کلمہ کہہ دیا کہ برابر والا سمجھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں یا جہری نمازیں لوگوں کے سنانے کو کچھ پڑھ دیا یا سِرّی میں چپکے کھڑے رہے ——— تذبذب کے معنی ہیں دو باتوں کے درمیان میں تردّد اور یہ لفظ بھی عام طور پر اردو میں بولا جاتا ہے۔ جب دو کاموں میں سے کسی ایک جانب پختہ رائے نہ قائم ہو تو کہتے ہیں مجھے تردّد ہے یا مَیں اس معاملہ میں مذبذب ہوں۔ اور اصل میں مذبذب جیسا کہ صاحب کشّاف نے کہا ہے اُس کو کہتے ہیں جو دونوں جانب سے دفع کیا جائے۔ گل بازی کے کھیل کی طرح، جس طرف جائے وہی پھینکے اور اپنی طرف سے دوسری طرف دفع کرے۔ چونکہ دل سے کافر ہیں اس لئے مسلمانوں میں مشتبہ اور نامقبول اور چونکہ ظاہر میں مسلمان ہیں اس لئے کافروں میں مشتبہ اور نامقبول ——— خلاصہ یہ ہے کہ منافق کفر کو چھپا کر اور اسلام کو ظاہر کرکے اپنے خیال میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ چال چل رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی ڈھیل سے یہ خود ہی دھوکہ کھا رہے ہیں۔ اور وہ ان کو اس چال کا بدلہ دینے والا ہے — ان منافقوں کی حالت یہ ہے کہ نماز پڑھنے کو اٹھتے ہیں تو بڑے کسل کے ساتھ مارے باندھے کو اٹھتے ہیں۔ محض مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ دیکھ لیں ہم نمازی ہیں۔ چونکہ نماز کو نہ فرض سمجھتے ہیں نہ بدبختوں کو ثواب کی امید ہے اس لیئے نماز میں تسبیح اور تشہد وغیرہ بھی نہیں پڑھتے۔ یوں ہی کچھ تھوڑا سا پڑھ لیا تو پڑھ لیا — کفر اور ایمان کے درمیان اُدھر لٹکے ہوئے ہیں نہ پورے اِدھر نہ پورے اُدھر — حضرتِ حق کا گمراہ کرنا وہی ہے کہ عزمِ فعل کے وقت اللہ تعالےٰ فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے باعتبارِ خلق اس کی طرف اور باعتبار کسب بندے کی طرف فعل کو منسوب کیا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بندہ اپنی شرارت اور طغیان میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو حضرت حق تعالیٰ اس کی سرپرستی سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس سے نیک توفیق کو سلب کر لیتے ہیں یا یوں سمجھو کہ جب کوئی مریض بدپرہیزی کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے تو طبیب اس کی اصلاح سے دست کش ہو جاتا ہے۔ بس اسی حالت کو قرآن اضلال سے تعبیر کرتا ہے۔ اب چاہے جس طرح ترجمہ کر لو۔ اس آیت میں ان کے ایمان کی طرف سے ناامیدی کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ جس نالائق مریض سے طبیب دستکش ہو جاتے اس کے لئے شفا کی کیا امید ہو سکتی ہے

صحاح میں حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو بکریوں کے دو گلوں کے درمیان حیران و پریشان پھرتی ہو۔ کبھی اس گلہ میں دوڑتی ہو کبھی دوسرے گلہ کی طرف لپکتی ہو اور وہ یہ نہ سمجھتی ہو کہ اس کو کس گلہ میں شریک ہو کر اس کے ہمراہ چلنا چاہیے"۔

حاصل یہ ہے کہ ان آیات میں منافقوں کی مندرجہ ذیل پانچ ظاہری علامات بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں لیکن اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

۲۔ نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل کے ساتھ سستی سے۔

۳۔ اُن کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریاء ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

۵۔ ایمان اور کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں۔ نہ دل سے ایمان قبول کرتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں مذکورہ بالا امراض سے بچائے اور ان تمام علامات سے محفوظ رکھے جن سے منافقت کی بو آتی ہے۔

عزیزانِ گرامی! آج کل منافقت عام ہو گئی ہے اور اگرچہ نفاق اعتقادی میں کوئی شخص مبتلا نہ بھی ہو لیکن نفاق عملی میں عوام کی اکثریت مبتلا ہے لیکن نفاق کی تمام علامات میں سے غلبہ "ریاء" کا جمیع انسانوں میں زیادہ ہے اور اللہ کے بہت ہی مخلص بندے جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہو گی۔ اس مرض سے بچے ہوں گے ورنہ نیک لوگوں کی غالب اکثریت بھی اس میں مبتلا ہے ـــــ چنانچہ آج کی صحبت میں صرف ریاء سے متعلق ہی کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔

برادرانِ عزیز! ریاء کا مرض جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے نہ صرف عام لوگوں میں بلکہ مسلمانوں میں بھی بڑی طرح سرایت کر چکا ہے اور یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے بچنا سخت مشکل ہے۔ پس جس قدر مرض متعدی اور عام ہو اس سے بچنے کی تدابیر بھی فوری اور مؤثر ہونی چاہئیں اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے بچانے کی کوششیں بھی تیز تر کر دینی چاہئیں۔

یہ حقیقت اچھی طرح جان لیجئے کہ ریاء ایک ایسا موذی اور خوفناک مرض ہے جو اخلاص کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتا ہے اور نیکیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ نیکی اللہ کے ہاں وہی قبول ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو ـــــ اخلاص کے معنے یہ ہیں کہ کام فقط اللہ کے لئے ہو اور غیراللہ کے لئے نہ ہو ـــــ نہ اپنی نیکی غیراللہ کو دکھائی جائے اور نہ غیراللہ کو سنائی جائے۔ نیکیوں سے اللہ کو راضی کرنا مقصود و مطلوب ہونا چاہئے نہ کہ ان کا اشتہار دینا اور دنیا میں شہرت و ناموری حاصل کرنا ـــــ غیراللہ سے واہ واہ کرانے کے لئے انسان کو نیکی نہیں کرنی چاہئے ـــــ بلکہ نیکی کو دین سمجھ کر اور اللہ کی رضاء کے لئے کرنا چاہئے۔

غیراللہ کو دکھا کر یا سنا کر نیکی کرنا اللہ کی رضاء کے منافی اور ایک قسم کا شرک ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

شرکِ اصغر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

محمود بن لبید کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا "ریاء"۔

مسیح دجّال سے زیادہ خطرناک

ابن ماجہ کی روایت ہے حضرت ابوسعید الخدریؓ کہتے ہیں کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا۔ خبردار! کیا تم کو ایک اور بات بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں، یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا۔ (وہ خطرناک چیز) شرک خفی ہے کہ آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور نماز کو زیادہ کر دیتا ہے کیونکہ کوئی آدمی اس کو دیکھ رہا ہے۔

ذلّت و رسوائی عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو محض اپنے عمل کو مشہور کرنے کے لئے عمل کرے خداوند تعالیٰ اس کے ریاء کے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا اور اسے ذلیل و رسوا کریگا۔

شرک کا عمل شداد بن اوسؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جس شخص نے دکھلانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلانے کو روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کے لئے خیرات کی اُس نے بھی شرک کیا۔

حاصل یہ نکلا کہ ریاء شرک اصغر ہے، شرکِ خفی ہے، مسیح دجال کے فتنہ سے زیادہ خطرناک ہے۔ ریاکار ذلت و رسوائی سے ہمکنار ہوگا اور ریاکار کا کوئی عمل عنداللہ مقبول نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ جس نے جس کے لئے

(باقی ص۱۷ پر)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

محمد یحییٰ ہمدانی، قصور

نام و نسب احمد بن محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن حنبل کہلاتے ہیں۔ اور اسی نسبت کے لحاظ سے آپ کے مقلدین کو حنبلی یا حنابلہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶۴ھ تقریباً ۵۷۴ھ میں ہوئی مقامِ ولادۃ بغداد ہے۔

حصولِ تعلیم ابتدائی تعلیم بغداد ہی میں حضرت یزید بن ہارون اور یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ پھر شوقِ علم میں کوفہ، بصرہ، یمن اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر کئے اور حضرت امام ابویوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن زائدہ رحمہم اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے استفادہ کیا۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے مسندِ تدریس سنبھالی، ہزاروں علماء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آئمۂ حدیث حضرت امام بخاری، امام مسلم اور ابو داؤد رحمہم اللہ آپ کے خصوصی شاگرد ہیں۔ اور اس طرح حدیث کے یہ تینوں سب سے بڑے امام، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہوتے۔ کیونکہ ان کا علمی نسب نامہ یوں ہو گا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری عن الامام احمد بن حنبل عن الامام، ابی یوسف عن الامام ابی حنیفہ رحمہم اللہ اجمعین، اسی طرح دوسرے آئمۂ حدیث۔

آپ کا اپنا فرمان ہے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابو یوسف سے حاصل ہوا۔ ۱۹۵ھ میں جب امام شافعی رحمۃ اللہ بغداد آئے تو امام احمد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے حدیث پڑھی۔

آپ نے اتنے ذوق و شوق سے اور اتنی محنت سے حدیث پڑھی کہ دس لاکھ صحیح احادیث آپ کو ازبر تھیں اور علماء نے علمِ حدیث میں آپ کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی برتر تسلیم کیا ہے۔

فضائل و کرامات ورع و تقوےٰ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، عبادت و ریاضت میں بڑا شغف تھا۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کی ماں بیمار ہو گئی، وہ حاضرِ خدمت ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی وہ واپس گھر پہنچا تو دیکھا اس کی ماں بالکل تندرست تھی۔ اس واقعہ سے آپ کی قبولیتِ دعا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کہتے ہیں آپ ایک دفعہ ایک نہر کے کنارے وضو فرما رہے تھے۔ ایک دوسرا آدمی آپ سے اوپر والی طرف بیٹھ کر وضو کر رہا تھا، آپ کو دیکھ کر ادب و احترام کی وجہ سے نچلی جانب آ کر وضو کرنے لگا۔ واقعہ گذر گیا، کچھ عرصہ بعد جب وہی شخص مرا اور اس شخص نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ جواب دیا کہ میں نے ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے امام احمد کا ادب ملحوظ رکھا تھا اسی کی وجہ سے بخش دیا گیا۔

ورع و تقوےٰ تقوےٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ بغداد میں رہتے تھے لیکن بغداد کی زمین میں اگنے والی اشیاء نہیں کھاتے تھے، بلکہ اپنے استعمال کی اشیاء اور حسبِ ضرورت غلہ موصل سے منگوایا کرتے تھے، اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ "جس زمین پر یہ شہر بغداد آباد ہے اس کو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غازیوں کے لئے وقف فرمایا تھا، میں اس وقف زمین کا غلہ کس طرح کھا سکتا ہوں؟"

آپ کے صاحبزادے حضرت صالح کو حکومت نے اصفہان کا قاضی مقرر کر دیا۔ حضرت صالح ایک سال وہاں کے قاضی رہے لیکن وہاں کی گندم وغیرہ استعمال نہیں کی۔ صرف اس احتیاط کی وجہ سے کہ جس سرزمین کا نمک اور جس شہر کی روٹی کھائیں مبادا اس شہر کے باشندوں سے انصاف نہ کر سکیں۔

انہی حضرت صالح کا واقعہ ہے کہ جب تک اصفہان کے قاضی رہے، رات کو ہمیشہ گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر سوتے کہ رات کو اگر کسی محتاج کو ضرورت پیش آئے تو ان تک پہنچنے میں کوئی مانع نہ ہو۔

یہ تھی ایک متقی و صالح باپ کی تربیت اور یہ تھا ایک عالم و فاضل باپ کا فیضانِ علم۔

حضرت امام رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت صالح اصفہان کے عہدۂ قضا سے فارغ ہو کر گھر آ گئے تو ایک روز امام صاحب کے گھر میں آٹا ختم ہو گیا۔ کنیز نے حضرت صالح کے گھر سے آٹا لے کر کھانا تیار کر کے پیشِ خدمت کیا۔ لیکن آپ نے کھانے سے انکار فرما دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! مسئلہ تو حدیث انت ومالک لابیک کے مطابق یہ ہے۔ صالح کا جو مال ہے وہ آپ ہی کا ہے۔ پھر آپ ان کے گھر کا آٹا کیوں نہیں استعمال فرماتے؟ ارشاد ہوا "مسئلہ درست اور حدیث بجا ہے لیکن صالح ایک سال تک اصفہان کے قاضی رہے ہیں" کنیز نے آپ کے انکار پر وہ کھانا دریائے دجلہ میں بہا دیا۔ کچھ دنوں بعد نہ جانے کس خیال سے آپ نے کنیز سے اس کھانے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ وہ میں نے دریا میں پھینک دیا تھا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو رہے اور اس دن کے بعد یہ احتیاط فرمانے لگے کہ دجلہ کی مچھلی نہ کھائیں۔ سبحان اللہ!

یہ ہے ان لوگوں کے اوصافِ عالیہ کی ایک ہلکی سی جھلک جو انہی اوصاف و خصائل کے باعث قیامت تک کے لئے اس عظیم قومِ مسلم کے امام بن گئے۔ کاش! کہ آج بھی مسلمان بالخصوص مسلمان علمائے کرام اپنے دلوں میں ایسا ہی تقویٰ، خودداری، بے غرضی اور ایسا ہی ایمان پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت امام موصوف کو اس حد تک قربِ خداوندی حاصل تھا کہ فرمایا

"میں نے اللہ جل شانہٗ کو خواب میں ایک سو مرتبہ دیکھا اور ہر مرتبہ میں نے ذاتِ باری تعالیٰ سے ایک ہی سوال کیا کہ اے پروردگارِ عالم! وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعہ آپ کا قرب حاصل ہوسکے؟ تو ہر مرتبہ ایک ہی جواب ارشاد ہوا کہ "قرآن"

آپ کا ایک عظیم کارنامہ

ایک امامِ فقہ، ایک صاحب مذہب مجتہد، ایک عظیم شیخِ طریقت اور ایک محدّثِ کبیر کی حیثیت سے تو حضرت موصوف کا مرتبہ و مقام اور آپ کی شخصیت بلند ہے ہی، لیکن آپ کی زندگی کے آخری دَور میں ایک واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دئے۔ آپ کا اسمِ گرامی عظمت کے بامِ عروج پر پہنچ گیا اور آپ کا نام ایک جداگانہ مذہب و فقہ کے امام کی حیثیت کے علاوہ ایک اور حیثیت سے بھی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گیا۔

یہ خلیفہ مامون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ بعض لوگوں نے "خلقِ قرآن" کا فتنہ برپا کیا، وہ کہتے تھے۔ کہ قرآن مجید مخلوق اور حادث ہے اور اس کو غیر مخلوق اور قدیم کہنا جائز نہیں، حالانکہ علمائے اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے، کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور "کلام" خدا کی صفت ہے۔ اور جس طرح خدا تعالےٰ قدیم اور غیر مخلوق ہے، اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم و غیر مخلوق ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید بھی قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

جعد بن درہم نامی ایک شخص نے سب سے پہلے خلق (مخلوقیتِ) قرآن کے اس عقیدہ کا اظہار کیا، پھر معتزلہ آئے تو انہوں نے بھی اسی خیال کو اپنایا۔ اور اسی کا پرچار کیا۔ ان لوگوں نے مامون تک بھی اپنا کافی اثر بہم پہنچایا۔ اور اس کو اس ملحدانہ خیال کا قائل کر لیا۔ وہ ان لوگوں سے اتنا متأثر ہوا کہ اس نے علماءِ اہلسنت کو دربار میں طلب کرنا اور ان سے مسئلہ پر بحث کرنا شروع کر دی، جو عالم خلقِ قرآن کا انکار کرتا، گردن زدنی قرار پاتا، کوڑوں کی سزا ملتی اور عالمِ آخرت کو سدھار جاتا۔ اسی طرح بیشمار علماء نے جامِ شہادت نوش کیا، کئی جیلوں میں ٹھونس دئے گئے اور ہوتے ہوتے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی باری بھی آ گئی۔ دربارِ خلافت میں طلبی ہوئی۔ آپ تشریف لے گئے۔ بحث شروع ہوئی اور آپ نے اس مسئلہ کا بر سرِ دربار انکار فرما دیا اور اس کو دلائل و شواہد کی رُو سے باطل قرار دیا۔ مامون نے سمجھایا، ڈرایا اور دھمکیاں بھی دیں لیکن آپ نہایت استقلال سے اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ بالآخر سزا کا حکم ہوا اور کوڑے برسنے لگے ــ جب دشمن کوڑے مارتے تھک جاتے تو آپ کو جیل میں ڈال دیتے، پھر نکال لیتے، آپ پھر اس مسئلہ کے انکار و مخالفت پر اصرار فرماتے اور کوڑوں کی بارش پھر شروع ہو جاتی۔

اسی دوران میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اُن دنوں مصر میں مقیم تھے خواب دیکھا کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام احمد بن حنبلؒ کو سلام بھیجے ہیں اور "خلقِ قرآن" کے انکار پر استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔

یہ بھی انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ دربار میں پیش تھے، آپ کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور جلّاد کوڑے برسا رہا تھا کہ اچانک آپ کا تہبند کھُل گیا۔ ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے آپ تو تہبند باندھ نہ سکتے تھے چنانچہ تہبند کے نیچے گرنے سے قبل ہی تمام حاضرینِ دربار نے نہایت حیران و نادم آنکھوں سے دیکھا کہ غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور آپ کا تہبند باندھ کر غائب ہوگئے۔ اس کے فوراً بعد آپ رہا کر دئے گئے۔

اور یہی تھا تاریخ اسلام کا وہ شاندار واقعہ جو حضرت امام کی سیرتِ مبارکہ کا ایک درخشاں باب ہے جس نے آپ کو وہ عظمت بخشی کہ رہتی دنیا تک حق پسند لوگ استقامت، استقلال اور ثبات کی راہوں میں آپ کی حیاتِ مبارکہ کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔

وفات مامون کے دربار سے اگرچہ آپ رہا ہو گئے تھے لیکن اسیری کے دَوران میں آپ نے جو صدمات و مصائب انتہائی صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کئے تھے ان کا اثر جسم پر باقی رہا۔ آپ بیمار رہنے لگے اور کچھ ہی عرصہ بعد ۱۲ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ شب جمعہ کو آپ نے ستّر برس کی عمر میں رفیقِ اعلیٰ کے منادی کو لبیک کہی۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

آپ کے جنازہ میں بغداد اور بیرونِ بغداد سے کم و بیش پندرہ لاکھ انسان شریک ہوئے جن میں سے سات لاکھ عورتیں تھیں۔ ان کی وفات کے روز بیس ہزار عیسائی اور یہودی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

امام موصوف نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور "مسندِ احمد" ہے جس میں تیس ہزار احادیث ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب الزہد کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر، فضائل الصحابہ اور مناقبِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

بقیہ: قرآنی توحید

کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تُو جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے

فائدہ: ہر قسم کی عزت و ذلت، کامیابی و ناکامی، ترقی و تنزّل اللہ تبارک و تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ جسے چاہے ملک و مال، حکومت و سلطنت اور جاہ و حشمت عطا فرمائے اور جس سے چاہے ہر قسم کی نعمتیں چھین لے۔ ہر قسم کی بھلائی اس کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں شب و روز کا گھٹانا بڑھانا، زندگی و موت دینا، مردہ سے زندہ کو پیدا کرنا زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا، تمام مخلوقات کو رزق پہنچانا، سب اللہ جلشانہٗ کے اختیار میں ہے۔ اور کوئی نہیں جس کی یہ قدرت ہو اور کوئی نہیں جس کا یہ اختیار ہو۔ وہ ایک گداگر کو حکومت و سلطنت سے سرفراز کر سکتا ہے، اور بادشاہ کو حکومت و سلطنت سے محروم کر کے گداگر بنا سکتا ہے ــ

تو شاہوں کو گدا کر دے، گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

(قسط ۲)

قرآنی توحید

پروفیسر حافظ عبدالمجیب ایم ۔ ایس ۔ سی ، ایم ۔ اے

(سلسلہ کے لئے ۱۸ اپریل کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں)

۲۰۔ الۗمّۗ ٥ اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ٥ (آل عمران آیت ۱، ۲)

ترجمہ : الف ۔ لام ۔ میم اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہ زندہ ہے ، سب کا تھامنے والا ہے ۔

فائدہ : عبادت کے لائق صرف وہی ہستی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے ۔ اور تمام کائنات کا انتظام و انصرام اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ عبادت صرف اسی کو زیبا ہے کیونکہ وہ خالق ہے باقی سب مخلوق ۔ وہ عدم سے ناآشنا اور فنا سے پاک ہے ۔ باقی سب کو عدم و فناء کے مرحلوں سے گذرنا ہے ۔ اسی لئے سب کو چھوڑ کر اسی کی بندگی کرو ۔ جبینِ عجز و نیاز صرف اس کے سامنے جھکاؤ ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے والو اور حضرت عیسٰیؑ کی عبادت کرنے والو! تمہیں نہیں معلوم کہ ایک وقت تھا جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کا وجود نہ تھا ۔ پھر ان کو وجود عطا ہوا ۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ ان پر موت طاری ہوگی ۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والو! اور ان کی عبادت کرنے والو! تم خوب جانتے ہو کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خداوند قدوس نے پیدا کیا ۔ اسی نے ان کو وجود عطا کیا ۔ اسی نے ان کو ایک سو سال تک مردہ رکھا ، پھر از سرِ نو زندگی عطا فرمائی ۔ اور اسی نے دوبارہ انہیں موت سے ہم آغوش کیا ۔ پھر تم حیّ و قیوم ذات کو چھوڑ کر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو ؟ بتوں کی پرستش کرنے والو! رام اور کرشن اور دوسرے معبودوں کی پوجا کرنے والو! ذرا بتلاؤ تمہارے معبودوں میں سے کون ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو اور کائنات کو سنبھالنے والا ہو اگر کوئی ایسا نہیں ہے اور یقیناً کوئی بھی ایسا نہیں ہے تو آؤ سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں آ جاؤ ۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اسی میں تمہاری نجات ہے کہ ایک اور صرف ایک کی عبادت کرو جو حیّ ہے جو قیوم ہے ۔

۲۱ ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ٥ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ط لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ (آل عمران آیت ۵-۶)

ترجمہ : بے شک آسمان و زمین میں جو ہے اللہ پر پوشیدہ نہیں ، وہی رحموں میں تمہاری شکل و صورت جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے ۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ، وہ زبردست ہے ، حکمت والا ہے ۔

فائدہ : کون ہے جو اس کائنات کے تمام رازوں سے خبردار ہو ، کون ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے ذرّہ ذرّہ کو جانتا ہو اور جس پر کائنات کا ایک ذرّہ بھی پوشیدہ نہ ہو ۔ وہ اللہ اور صرف اللہ ہے ۔ کون ہے جو رحمِ مادر کی تاریکیوں میں تمہاری شکل و صورت آراستہ کرتا ہے ۔ وہ اللہ اور صرف اللہ ہے ۔ اور کوئی نہیں جو کائنات کے ہر ذرّہ سے آگاہ ہو ۔ کسی کا علم کتنا ہی وسیع ہو اس کے علم کی برابری نہیں کر سکتا ، اور کوئی نہیں جس کو تخلیق کے عمل میں ذرّہ بھی دخل ہو ۔ رحمِ مادر میں نجس پانی کے ذرہ کی تربیت کرکے حسین و جمیل صورتیں پیدا کرنا صرف اس کی قدرت کا کرشمہ ہے ۔ اس لئے عبادت کے لائق بھی صرف وہ ہے ۔ وہ زبردست بھی ہے ۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ ہر قسم کے احتیاج سے پاک ہے ۔ وہ حکمت والا بھی ہے ، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ۔

شہادتِ توحید

۲۲ ۔ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ (۳ : ۱۸)

ترجمہ : اللہ تعالےٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی گواہی دی ۔ وہی انصاف کے ساتھ انتظام کرنے والا ہے ۔ اس کے سوا کوئی بھی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے ۔

فائدہ :

خداوند قدوس نے اپنی وحدانیت پر گواہی دی ۔ دنیا میں جتنے بھی نبی مبعوث ہوئے سب نے توحید کی آواز لگائی ۔ انبیاء کرام پر جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں سب میں توحید کا درس دیا گیا تمام فرشتوں نے خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت پر شہادت دی ۔ تمام اہلِ علم شاہد ہیں کہ عبادت و بندگی کا مستحق صرف وہی ایک ہے ۔ اور خود کائنات کا ذرہ ذرّہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وہ ایک اور صرف ایک ہے جو معبود بن سکتا ہے ؎

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

عزت و ذلت کا مالک وہی ہے

۲۳ ۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ٥

(۳ : ۲۶-۲۷)

ترجمہ : فرما دیجئے ۔ اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تُو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے ، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے ۔ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے ۔ بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تُو رات کو دن میں داخل

(باقی صـــ پر)

انہیں منزلوں کے نشاں ملے جو ترے قدم بقدم گئے

★ —— استاذالعلماحضرت مولانا الحاج سید حامد میاں مدظلہ مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور —— مرتبہ محمود احمد عارف ہوشیارپوری

عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ قَالَ مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِيْ وَ بَعَثَ اِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَ لَمْ اَكُنْ فِيْ اَهْلِيْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَيْتُهُ وَ هُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِيْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدُ۔

حکیم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کی ہر معاملہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری فرمائی ہے ۔ رہنے سہنے ملنے جلنے، کھانے پینے اور بہت سے دیگر ایسے آداب کی امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیاوی و اخروی کامرانیوں سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۔ آپ کی عاداتِ طیبہ سے ہر مقام اور ہر موقعہ پر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے ۔ آپ کے ارشادات و عادات کی پیروی فوز و فلاح کی ضامن ہے ۔ آپ کی اقتداء و اتباع کے بغیر کامیابی محال ہے ۔ ع

انہیں منزلوں کے نشاں ملے جو ترے قدم بقدم گئے

ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کے ارشادات اور خصائل و عادات سے واقفیت حاصل کرے ۔ اور ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے تاکہ حق تعالےٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور دنیا و آخرت میں شادمانی نصیب ہو۔

اس حدیث شریف میں آپؐ کی ایک عادتِ طیبہ کا ذکر ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نے بیان فرمائی ہے ۔ اس میں یہ ذکر ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ انہیں سینۂ مبارک سے لگایا —— حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسلام کے سچے اور قدیم شیدائی تھے ۔ ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ یوں ہوا تھا کہ :-

آپ نے یہ سنا کہ مکہ میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں جو لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں ۔ بت پرستی سے منع کرتے ہیں ۔ آپ نے اپنے بھائی کو تحقیق اور مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا ۔ چنانچہ وہ گئے اور واپس آ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) بہت اچھے آدمی ہیں ۔ نیکیوں کی تعلیم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ یہ تو تم نے مختصر بات کی اور میری تسلی نہیں کر سکے ۔ اور پھر آپ خود اسی غرض سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے ۔ وہاں جا کر کعبۃ اللہ کے پاس جا کر خاموش بیٹھ گئے ۔ اور لوگوں کو دیکھتے رہے لوگ کعبۃ اللہ کے پاس آتے اور اپنے اپنے طریق کے مطابق عبادت کر کے چلے جاتے رہے ۔ آپ صبح سے شام تک بیٹھے رہے ۔ شام کے وقت ایک صاحب آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ باہر سے آئے ہیں ۔ جواب دیا ہاں ۔ کہنے لگے ۔ جس کام کے لئے آئے تھے وہ ہوا ؟ جواب دیا ۔ ابھی نہیں ہوا ۔ اس کے بعد وہ صاحب آپ کو اپنے گھر لے گئے ۔ آپ وہیں رات رہے ، صبح کو پھر وہیں آ بیٹھے اور اسی طرح شام تک بیٹھے رہے شام کو پھر انہی صاحب سے باتیں ہوئیں اور پہلے کی طرح آج بھی ان ہی کے ساتھ ان کے گھر گئے ۔ ان صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں ۔ کہنے لگے رازداری رکھیں گے ؟ جواب دیا ۔ ہاں ۔ پھر بتایا کہ یہاں جو نبی ظاہر ہوئے ہیں ، اُن سے ملنا چاہتا ہوں ۔ وہ صاحب کہنے لگے ۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ان سے ملا دوں گا ۔ (مگر یہاں خطرہ بہت ہے ۔ سارا مکہ بجز چند افراد کے نبیؐ کا دشمن ہے ۔ اس لئے) راستہ میں اگر کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں اپنی جوتی ٹھیک کرنے کے بہانے نیچے جھک جاؤں گا اور آپ آگے چلے جائیں تاکہ لوگ آپ کو میرا ساتھی نہ سمجھیں ۔ چنانچہ دونوں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ پہلی ہی ملاقات میں حضرت ابوذر کی طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب اپنے وطن چلے جاؤ ۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو آ جانا ۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا ۔ میں تو کل ہی اپنے ایمان کا اعلان کروں گا ۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی مرضی پر چھوڑا منع نہیں فرمایا کہ اعلان نہ کرو ۔ ایمان کی برکت سے حضرت ابوذرؓ میں ہمت و جرأت بڑھ گئی ۔ ایمان کے نشہ میں سرشار تھے اس لئے اعلان کی ٹھانی (علاوہ بریں انہیں کفار کی ایذا رسانی کا فکر اس لئے بھی نہ تھا کہ کفار مکہ کے قافلے تجارت کے لئے جس راستے سے گذرتے وہاں ہی حضرت ابوذرؓ کا قبیلہ آباد تھا اور دستور یہ تھا کہ اگر کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کے کسی فرد کی توہین کرتا تو سب قبیلے والے متفق ہو کر اس کا بدلہ لیتے ۔ تو ہو سکتا ہے کہ ان کا خیال یہ بھی ہو کہ وہ اس وجہ سے مجھے کچھ نہ کہیں گے) چنانچہ صبح کو آپ نے اعلان فرمایا ۔ کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں ۔ کافروں نے یہ سنا تو آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کی پٹائی شروع کی قریب تھا کہ ختم کر دیتے کہ اتنے میں حضرت عباسؓ ادھر سے گذرے ۔ جب ابوذرؓ کو اس حال میں دیکھا تو فوراً ان کے اوپر لیٹ گئے تاکہ وہ بچ جائیں ۔ حضرت عباسؓ اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی ہمدردیاں ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں ۔ ہر موقعہ پر ان کی امداد کرتے ۔ حضرت

باقی ص۱۸ پر

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۵)

تو یہاں کیا فرمایا ؟ اِنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۔ عبادت کا مفہوم میں عرض کر رہا ہوں۔ عبادت کے دو پہلو ہیں ۔نفی ماسوا کی ۔ اِنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ بخشش مانگو اپنے رب سے ، کس بات کی بخشش طلب کرو ؟ جو تم نے خدا کی نافرمانیاں کی ہیں ، شرک کیا ہے ، کفر کیا ہے ، اللہ کی نافرمانی میں تم ملوث ہو ، تو تم کیا کرو ؟ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۔ اپنے رب سے بخشش طلب کرو ۔ ورنہ عذاب کے نیچے پس جاؤ گے ۔

غُفران ، غ ، ف ، ر کا مادہ آتا ہے اس طرح کسی چیز کو ڈھانپ لینا کہ حملہ آور کے حملے سے بچ جائے ـــ آج کل تو جنگی حالات بدل گئے ہیں ۔ اب بھی ہیں ۔ ہمارے اکثر جو یہ فوجی بھائی ہیں ان کے سروں پر وہ خود ہوتے ہیں ، ٹوپیاں ہوتی ہیں لوہے کی عربی زبان میں کہتے ہیں مِغْفَرْ ـــ مِغفر اس ٹوپی کو کہتے ہیں جو انسان کی چوٹی کو ، چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے ۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ نے بھی غزوۂ اُحد میں اپنے سر مبارک پر مِغفر رکھا ۔ مغفر اس ٹوپی کو کہتے ہیں ، لوہے کی ٹوپی کو ، جو پہلے زمانے کی دست بدستہ جنگوں میں انسان کے سر کو حملہ آور کی تلوار کی زد سے بچا لیتا تھا اُسے کہتے ہیں مغفر ۔

تو فرمایا ۔ میرے عذاب کے نیچے پس جاؤ گے ، ہڈیاں چور چور کر دوں گا تم استغفار کرو ، مِغفر پہن لو تم استغفار کا ، تم میرے عذاب سے بچ جاؤ گے ـــ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۔ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو ۔ اور پھر بخشش طلب کرنے کے بعد کیا ہو ؟ تم نے یہ تو کر لیا (اللہ مجھے آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے ، استغفار کی توفیق عطا فرمائے ۔ مہینہ آ رہا ہے رمضان المبارک کا)

وہ ایک مذاقیہ سی بات ہے ـــ رمضان المبارک کا آخری جو جمعہ ہوتا ہے ، اسے کہتے ہیں جمعۃ الوداع ۔ اس روز انگریز کے زمانے میں چھٹی ہوتی تھی ، اب بھی چھٹی ہوتی ہے تو جمعے کے دن خیر اب تو کوئی نہیں روتا ، پہلے وقتوں میں امام صاحبان بھی رویا کرتے تھے اور مقتدی بھی ـــ درد ہوتا تھا کہ رمضان شریف جا رہا ہے ـــ اب تو رونے کا نام و نشان ہی باقی نہیں رہا ۔ اب تو ہم نے سب سامان ہنسنے کے بنا لئے ہیں ۔ حالانکہ قرآن فرماتا ہے ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ج (التوبہ ۸۲) او اللہ کے بندو ! تھوڑا ہنسا کرو ، رویا زیادہ کرو ، تاکہ تم میرے عذاب کی گرفت سے بچ جاؤ ۔

تو پہلے زمانے میں آئمہ حضرات ، خطبا آخری جمعۃ الوداع کے خطبے کے موقع پر رویا بھی کرتے تھے اور لوگوں کو بھی رُلایا کرتے تھے ۔ اب مولوی کا دل بھی سخت ہو گیا ہے ، آپ کا دل بھی سخت ہو گیا ہے ۔ کیونکہ مولوی بھی تنخواہ آپ سے لیتا ہے ۔ آپ کا جیسے دل سخت ہے ، ہمارا بھی سخت ہے ۔ آپ کا نرم ہو گیا تو ہمارا بھی نرم ہو جائے گا ـــ تو ایک مولوی صاحب تھے وہ جمعۃ الوداع کے دن رو رہے تھے تو ایک مقتدی جو بڑا مسخرہ قسم کا تھا اُس نے کہا ۔ " استاد جی ! روتے کیوں ہو ؟ یہ گیارہ مہینے گذر جائیں گے تو پھر آ جائے گا ، روئیے نہیں ، اتنا دُور نہیں جاتا " ـــ تو اب رمضان پھر آ گیا ۔ درخواست کرتا ہوں کہ اس مہینے کو پوری عزت کے ساتھ قبول کیجئے ، اس مہینے کو پورے احترام کے ساتھ قبول کیجئے ۔ ہمارا بال بال گناہوں میں غرق ہو چکا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس مہینے کو ہمارے لئے رحمت بنا کر بھیجا ۔ شَھْرُ الرَّحْمَۃِ ، شَھْرُ الْمَغْفِرَۃِ ، شَھْرُ الْغُفْرَانِ ۔ بخششوں کا مہینہ ، رحمتوں کا مہینہ ، اللہ تعالیٰ کی رضامندگی کا مہینہ ـــ

پچھلے سال رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے میرے پاس ایک دوست آئے ، ہمارے اپنے علاقے کے ، عامی تھے ، پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن مجھ سے بہتر تھے ۔ صبح کا وقت تھا تو میں نے حسبِ معمول ان کے لئے گھر سے چائے منگوائی ۔ جب چائے پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو روزہ ہے ۔ تو میں نے کہا ابھی تو دو تین دن باقی ہیں ، آپ نے ابھی سے شروع کر دیا ؟ فرمانے لگے " قاضی صاحب ! روزہ مہمان ہے استقبال تو کرنا چاہئے " اس کی اس بات نے مجھے مٹی کر دیا ۔ میں نے کہا ، میں عالم بنا پھرتا ہوں اور میرا یہ حال ہے اور اس عامی کا یہ حال ہے ، یہ عامی تو مجھ عالم سے ہزارہا درجے بہتر ہے کہ جو اللہ کی بات کی حکمت سمجھ گیا کہ رمضان اللہ کا مہمان ہے ۔ اس کا استقبال کیا جائے ، اس لئے میں نے روزہ پہلے شروع کر دیا (اللہ مجھے آپ کو بھی اللہ کی عبادتوں کے کے استقبال کی توفیق عطا فرمائے) ـــ فرمایا اذان ہو تو مسجد میں پہنچو ، نماز کا استقبال کرو ، ہم اس وقت پہنچتے ہیں ، گھڑی دیکھتے رہتے ہیں کہ خطبے پر مولوی صاحب کھڑے ہو گئے ، فٹ پہنچتے ہیں ، پہلے نہیں پہنچتے مسجد میں ۔ ہم کیا گھر کرتے ہیں ؟ حالانکہ مسجد میں جانا اللہ کے گھر پہنچنا ہے میرے بزرگو ! اللہ کے گھر ، اللہ کی رحمتوں کے خزانے ہیں ، اللہ کی رحمتوں کے باغات ہیں ـــ

تو میں عرض یہ کر رہا تھا ۔ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ۔ وَاِنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۔ اپنے رب سے ، (سبحان اللہ بڑا پیارا لفظ فرمایا ۔ اِسْتَغْفِرُوا اللہَ نہیں فرمایا ۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۔ جس نے تمہیں پالا ہے اس سے بخشش مانگو ـــ بھائی ! پالنے والا مہربان ہوتا ہے کہ ظالم ہوتا ہے ؟ مہربان ہوتا ہے ۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو ،

تم میرے بندے ہو، تم کو میں نے اپنی رحمت کے جلے میں پیدا کیا، تم میری رحمت کے پرتو ہو، تم میرے قریب آ جاؤ۔ مجھ سے بھاگو مت۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ۔ بخششیں مانگو اپنے پالنے والے سے، پہلے گناہوں سے مغفرت طلب کرو، اب تمہارا کپڑا تو دُھل گیا لیکن کپڑا خالی سفید ہو تو کچھ مزا نہیں کرتا، کچھ بیل بوٹے بھی ڈالو اس پر۔

ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ، پھر اللہ کی طرف توبہ کرو۔ توبہ کا معنیٰ کیا ہے؟ یہ ثُمَّ واؤ کے معنے میں آتا ہے۔ استغفار بھی کرو، توبہ بھی کرو، دونوں میں فرق ہے۔ اگرچہ ہماری بولی میں دونوں ایک ہیں۔ استغفار کا معنیٰ؟ یا اللہ! جو گناہ ہم نے کئے ہیں ہم ان سے توبہ کرتے ہیں، تیری بخشش مانگتے ہیں اور آئندہ کے لئے تیری اطاعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان ۷۱) توبہ کسے کہتے ہیں؟ توبہ کہتے ہیں قدم اٹھانے کو، لوٹنے کو۔ جس طرف ہم جا رہے تھے ہم ادھر سے لوٹ آئے، جتنا قدم اٹھایا، اللہ! تو ہمیں معاف فرما۔ اب ہم لوٹتے ہیں تیری نافرمانی سے تیری اطاعت کی طرف۔ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ۔ پھر لوٹو تم اللہ کی طرف اعمالِ صالحہ کے ساتھ، پچھلے گناہوں کی معافی مانگو، شرک و کفر کی معافی مانگو اور پھر اس کے بعد؟ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ۔ پھر اللہ کی طرف لوٹو۔ صحابہؓ کرام نے استغفار کی، پھر توبہ بھی کی۔ صحابہؓ کے حالات موجود ہیں۔ استغفار کی، پھر توبہ بھی کی، دونو باتیں کیں۔ شرک سے توبہ کی، پھر زندگیاں اسلام پر لگا دیں۔ پھر توبہ بھی کی ہے توبہ، شرک سے استغفار کیا، کفر سے استغفار کیا، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی سے استغفار کیا، پھر زندگیاں ختم کر دیں اپنی توبہ کرتے کرتے، توبہ کا معنیٰ؟ لوٹنا، رجوع کرنا۔

پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یا اللہ! اگر ہم نے گناہوں کی معافیاں تجھ سے مانگ لیں، تیری عبادت کی طرف قدم اٹھایا تو اللہ! ہماری دنیاوی زندگی کا کیا بنے گا؟" — فرمایا "دنیاوی زندگی؟ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فرمایا، میرے بندے! مجھ پر یقین رکھ۔ رب میں ہوں کوئی اور ہے؟ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ سے بات چلتی ہے، تم اپنے رب، اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو، تو تم جب اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو گے تو تم سوچو سہی پہلے کس نے پالا؟ پہلے تم نے اپنے آپ کو پالا؟

آں خداوندے کہ فرواجاں دہد
غم مخور آخر کہ آب و ناں دہد

شیخ عطار فرماتے ہیں جو اللہ کل تجھے جان دے گا، کھانا نہیں دے گا؟ بھائی روٹی مہنگی ہے کہ زندگی مہنگی ہے؟ اگر ایک انسان بہت بھی کھائے، آج کل تو کھانے پینے کا زمانہ ہے۔ وہ ڈارون کی ایک تھیوری ہے کہ آخر زمانے میں انسان کا سر جو ہے یہ بالکل چھوٹا ہو جائے گا جیسے لٹو ہوتا ہے اور پیٹ بڑھتے بڑھتے مٹکا بن جائے گا — میرا خیال ہے ڈارون سمجھا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں دماغی کام تھوڑے ہو جائیں گے اور پیٹ کے کام بڑھ جائیں گے جیسے آج ہم سوچتے کم ہیں کھاتے زیادہ ہیں۔ چھ دفعہ، سات دفعہ، آٹھ دفعہ اور سارا سارا دن ہی کھاتے رہتے ہیں۔ ہم ایسے کھانے کی طرف مائل ہو گئے کہ ہر وقت ہی ہم کھاتے رہتے ہیں — تو میرے بھائی! اگر ایک آدمی دن میں بہت زیادہ بھی کھائے تو بیس روپے کھائے گا، چلو تیس کھا لے گا، (ٹی اے ڈی اے کا طریقہ تو ہمیں آتا ہی ہے) تیس کھا لے گا، چلو جی چالیس کھا لے گا، اچھا بھائی چلو پچاس ہی کھا لے گا۔ ٹھیک ہے — ایک آدمی کی روزانہ خوراک کا خرچ پچاس آپ لگا لیں۔ لیکن میرے بزرگو! جب موت کا وقت آتا ہے اس کی موت مقرر ہے من جانب اللہ پختہ چالان کٹ چکا ہے کہ اس کی موت دس بج کر چھ منٹ پر ہو گی۔ وہ کہتا ہے جی مجھ سے یہ سارے ٹی اے ڈی بھی لے لو، میری ساری جائداد لے لو، میرا سارا کتب خانہ لے لو، میرے سارے کھیت مربعے لے لو، یہ کاریں واریں سب لے لو، مجھے گیارہ بجے مارو۔ میرا بیٹا کراچی سے چل پڑا ہے ابھی ٹیلیفون آیا ہے۔ مجھے دیکھ لے۔ یہ منٹ مل سکتے ہیں؟ نہیں مل سکتے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (النحل ۶۱) جب وقت آ جاتا ہے نہ آگے ہوتا ہے نہ پیچھے ہوتا ہے، تو جو اللہ مجھے جان دے گا، جو رب مجھے جان دے گا وہ اللہ مجھے پچاس تیس روپے کی روٹی نہ دے گا؟ آج میں نے پچاس روپے کے لئے رب کو بھلا دیا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: اسلام اور موجودہ نظریاتی کش مکش

ہے جلنا اور جلانا۔ آگ نے تو نہ کبھی بہار دیکھی اور نہ دکھائی۔ آگ نے آج تک سبزہ زار کو جنم دیا اور نہ باغ بہار کو۔ اور نہ اس میں دریا بہے ہیں یہ کام تو خاک اور مٹی کا ہی ہے کہ پھل پھول اگاتی ہے اور باغ و بہار سے انسانی دنیا کو رونق بخشتی ہے۔ دن کا تھکا ماندہ انسان آرام و سکھ کا سانس لے سکتا ہے یا بنا ہے تو اسی خاک پہ بنے مکان میں۔ یہی ہمارا مبداء بھی ہے اور یہی معاد بھی۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (القرآن) لیکن آگ میں تو آج تک کسی نے آشیانہ بھی نہ بنایا۔ البتہ فرعون اور فرعونیوں نے اپنا مسکن اور مستقر ہی آگ کو ٹھہرایا۔ یہ صرف انہی کی خوش بختی ہے کہ صبح و مسا ان کی ضیافت آگ سے کی جاتی ہے۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ (القرآن) یہ صرف اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنے کی پاداش میں ہے۔ رہے فرعونی بیچارے! تو ان کو ان کا رب لے ڈوبا۔ ع

خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

رب بھی ربِّ اعلیٰ۔ یہ ہی اپنی حقیقت سے بیگانگی ہے جس کا نتیجہ تباہی ہے۔

طوالت اچھی نہیں۔ بس جویائے حق کے لئے انہی اشاروں میں بہت کچھ موجود ہے۔ اطاعت کے بغیر چارہ نہیں اپنے کو سنبھالنے کوشش کرنی چاہئے۔

اسلام اور موجودہ نظریاتی کشمکش

محمد سلیمان استاذ جامعہ مدنیہ کیمبلپور

(۵)

مال اسلام میں

دولت کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر بڑا عادلانہ، منصفانہ اور دانش مندانہ ہے۔ اسلام نفسِ مال کا مخالف نہیں اور ہوتا بھی کیوں! اس لئے کہ مال تو زندگی کے گذران کا ذریعہ ہے۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ قِيَامًا (القرآن) اسی لئے اضاعتِ مال کو اللہ نے حرام قرار دیا۔ کوئی یہ سمجھ کر کہ یہ تو میرے زورِ علم یا زورِ بازو کی کمائی ہے۔ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ (القرآن) مال کے اندر ناجائز تصرّف کو روا رکھے تو وہ عندالناس قابل ملامت اور عنداللہ قابل مواخذہ ہے۔ کہ یہ سب کچھ تو اللہ کا عطیہ ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ۔ (القرآن) اگرچہ ہے اسی کے لئے خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا (القرآن) مگر کسی نظام کا پابند رہ کر۔

مال اللہ تعالےٰ کا فضل ہے

مال کو اللہ تعالےٰ نے خیر فرمایا۔ مال کو اللہ تعالےٰ نے فضل فرمایا۔ اس لئے نفسِ مال بُری چیز نہیں۔ البتہ اسلام اگر مخالفت کرتا ہے تو حصولِ مال کے ناجائز ذرائع کی۔ سود، رشوت، قمار بازی، ظلم، وراثت میں غلط تصرف، دوسرے کا حق مار کر (قلیل یا کثیر) وغیرہ۔ اسلام حصولِ زر کے ان ذرائع اور ایسے ذرائع سے اکھٹی کی ہوئی دولت کا مخالف ہے اسی طرح اسلام مال کے ناجائز تصرف سے بھی سختی سے منع کرتا ہے اس لئے کہ اسراف اور فضول خرچی شیطانی فعل ہیں اور شیطان کا ہر کام نفس انسانیت کا قاتل ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ (القرآن) — اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (القرآن)

اسلام مال کا محافظ ہے

ہاں جو مال صحیح اور جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے اور طریقوں اور صحیح مقام پر صَرف کیا جائے، چاہے وہ لاکھوں، کروڑوں بلکہ بے حد و حساب ہو، اسلام اس کی اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ اس کی حفاظت اور اصول و قوانین سے اس کی کڑی نگرانی کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو وہ انفرادی ملکیت کی حمایت کرتا ہے اور اس ملکیت کو اتنا ہی قابل احترام سمجھتا ہے جتنا انسانی جان کو۔

۱۔ صاحبِ مال کو مال کی حفاظت کا ہر طریقہ سے حق دیتا ہے۔ جس میں قتال بھی شامل ہے۔ اگر مال کی حفاظت کرتے صاحبِ مال کی جان چلی جائے تو اسلام میں وہ شہید کہلائے گا۔ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ (الحدیث)

۲۔ اگر اس کے مال پر کوئی دست درازی کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (القرآن)

۳۔ اگر کوئی اس کے مال کو غصب کرے تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

۴۔ ایک آدمی اگر شرعاً جائز طریقوں سے مال حاصل کرتا ہے تو وہ اسے بلا روک ٹوک جائز مصرف میں خرچ کر سکتا ہے۔ بلکہ اسے کرنا چاہئے تاکہ اس کے بدن، اس کے لباس، اس کی بود و باش اور رہن سہن سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کے آثار ظاہر ہوں۔ بلکہ اس بارے میں کنجوسی اس قدر ممنوع ہے جتنی کہ فضول خرچی وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (القرآن)

۵۔ صاحبِ مال اگر اپنے مال کو شرعاً جائز طریقوں سے افزائشِ مال کے لئے استعمال کرے تو کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے کسی کے مفادات و مصالح پر زد نہ پڑے۔

۷۔ صاحبِ مال کا انتقال ہو جائے تو اس کی متروکہ ثروت اس کے ورثاء اور عزیز و اقارب میں تقسیم ہو گی۔ دولت کو ایک جگہ جمع نہیں ہونے دیا جائے گا۔

نتیجہ اور مآل

ہماری خون پسینہ کی حلال کمائی کا جتنا تحفظ اسلام کرتا ہے، مال کے اندر جتنا حق تصرّف ہمیں اسلام دیتا ہے۔ کوئی ازم ایسی مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے، بات سمجھ آ جانے کے بعد عقلی تقاضا بھی یہی ہے کہ مان لینی چاہئے۔ بس مان لینے کا نام ہے اسلام — اسلام کی پکار ایک ہی ہے۔ اطاعت، اطاعت، اطاعت اور بس! ہاں جو عقل سے عاری، زندگی سے بیگانہ اور بے اصولی زیست کے عادی ہو چکے ہیں انہیں دنیا کی چراگاہ میں کچھ مدّت کے لئے چر چگ لینے دو۔ وقت خود ان سے انتقام لے لے گا۔ وہ دراصل اپنی حقیقت کو بھلا بیٹھے ہیں — جب کوئی چیز اپنی اصل اور معیار سے بیگانہ ہو جائے تو اس کی بقا ناممکن ہو جاتی ہے۔ انسان کی حقیقت کیا ہے؟

انسان کی حقیقت

كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ (الحدیث) سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم خاکی النسل ہیں۔ خاک کا کام یہ نہیں کہ آسمان پر جا کے اُڑے۔ اس کی بہتری تو پامال ہونے ہی میں ہے (یعنی اس میں تکبّر نہیں اطاعت کا مادہ ہے) اگر اُڑ کے خاک چلی تو جن پر گری وہ دامن جھٹکیں گے۔ جن آنکھوں پر پڑی، لوگ لعنت بھیجیں گے، لیکن اگر جوتوں میں پامال رہے گی تو اس سے تیمم کریں گے، طاہر نہیں مطہر بھی سمجھیں گے۔ لہٰذا خاکی کا یہ کام ہے کہ وہ خاک بن کر رہے (اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے سامنے) اگر آتشی بن کر رہا تو اس نے اپنا نسب نامہ ابلیس سے ملا دیا تو جدِ امجد یا جدِ ابغض کا جو حشر ہو وہی اس کا بھی ہوگا۔ ابلیس کے خصائل اختیار کرنے سے بلاشبہ آگ بن جائیں گے۔ جس کا کام

(باقی صـ۱۲ پر)

ایک سلام جو گنبدِ خضرا کو دیکھ کر بیساختہ زبان پر آگیا

(ابوالاثر حفیظ جالندھری)

یہ نظم بتیس برس پیشتر کی لکھی ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ میں باریابی سے پہلے ایک خاص الخاص مقام بیرِ علی ہے۔ جہاں مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لئے چلنے والے خوش نصیب احرام سے ملبوس ہوا کرتے ہیں۔ آج کی مجھے خبر نہیں کیونکہ اب سفر کے ذرائع میں ہوائی جہازوں کے لئے فضا اور تیزرَو موٹرکاروں کے لئے سنا ہے کہ پختہ راہیں بنادی گئی ہیں۔ اس صورتِ حال سے بہت پہلے فروری ۱۹۳۵ء کا ذکر ہے، میں ایسے قافلے میں شامل تھا جو اگرچہ لاریوں میں سوار تھا، تاہم لاریاں ریت میں دھنسیں اور پہاڑی بلندیوں، پستیوں، ناہمواریوں پر ڈگمگاتیں، بسا اوقات ان لاریوں کو ریت سے رات رات بھر نکالتے، دن کو دھکیلتے اور اللہ اکبر کے ساتھ یارسول اللہ کے نعروں کے زور سے ان کو آگے بڑھاتے، خود چلتے اور اُن کو چلاتے ہوئے ایک ایسے مقام تک پہنچ گئے جہاں حسنِ اتفاق سے نہیں بلکہ احسان کرنے والے کی شانِ کریمی تھی کہ سبز گنبد کی جھلک نے اس قافلے میں سب سے پہلے میری آنکھوں کو تجلی سے پُرنور و معمور فرمایا۔

اپنے ساتھیوں کو جب مَیں نے یہ جلوہ دکھایا ـــــ تو ذوق و شوق کی جو کیفیت میری پُرنم آنکھوں نے دیکھی، اس کا بیان شاید اللہ کریم و رحیم کے حضور یک بیک سجدۂ شکرانہ کے لئے سر کو اس خاکِ پاک پر رکھ دینے اور مسرت کے آنسوؤں کی دھاروں سے اس خشک ریت یا پتھروں کو بھی پُرنم کر دینے کے سوا ممکن نہیں۔

اس سجدۂ شکرانہ سے میں نے سر اٹھایا تو پھر سبز گنبد کی جھلک کو آنکھوں میں فروزاں پایا۔ سلام یعنی اس نظم کے پہلے دو شعر میرے لبوں پر آگئے۔ میں یہی دو شعر اپنے سانس کے ساتھ صدر سینہ سے حبل الورید تک لاتا، لے جاتا ہوا قافلے کے ساتھ ساتھ بیرِ علی پہنچا۔ جہاں مغرب کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی جی چاہتا تھا، قافلہ چھوڑ کر تنہا آگے چل دوں۔ لیکن راستہ بھٹک جانے کا خطرہ مانع ہوا۔ چاند نہیں، ستارے چمک رہے تھے۔

جس ننھی سی چھولداری میں ایک ساتھی کے ساتھ مجھے رات کاٹنا تھی، اس میں پانی نہیں تھا۔ مَیں نے بمشکل تمام دو چھوٹی بالٹیاں پانی اِدھر اُدھر سے مانگ تانگ کر بھرلیں اور ایک بڑے خیمے کی آڑ میں جس رنگ سے بھی ممکن تھا غسل کیا۔ پانی کے قطروں کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبّہ کا ورد دراصل پاکیزہ ہونے کی ضمانت دے رہا تھا۔ بعد ازاں اپنے چرمی صندوق سے وہ لباس نکالا جو میری مرحومہ والدہ نے اپنے ہاتھوں کاتے ہوئے سوت سے بنوایا تھا۔ یہ ایک تھان بائیس گز کا تھا۔ بہت عمدہ ریشم نما کھدر۔ حج و زیارت کے چلنے سے پہلے اسی کپڑے سے میں نے احرام کی تین تین گز کی چادریں بنا کر رکھ لی تھیں اور بقیہ کے دو کرتے اور دو پاجامے سلوائے تھے۔ اب میں اپنی والدہ مرحومہ کے عطا کردہ متبرک ملبوس میں تھا ـــــ چند اور بہت عجیب و غریب واقعات جن کا آغاز اس مقام بیرِ علی سے ہوا، اس وقت بیان کرنا مقصود نہیں۔ شکم پُری بعد عشاء تھی۔ پھر نہاتے اور لباس بدلتے آدھی رات گزر گئی۔ اس مقام پر نیند کا سوال ہی نہ تھا۔ قافلے اونٹوں پہ اور پیدل پہنچ رہے تھے۔ تکبیر و سلام اور درود کی صداؤں سے زمین و آسمان معمور تھے۔ تنہا سجدہ گزاری پُرسرور تھی۔ البتہ چھولداری سے کبھی کبھی باہر جھانک کر اختر شماری بھی ہورہی تھی۔ اذان سنتے ہی جماعت کے ساتھ مل کر نمازِ صبح ادا کی گئی اور ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ کس طرف؟ حج بیت اللہ شریف سے ایک ماہ پیشتر ہی جدّہ سے اس آستان کی طرف یہ قافلہ چل رہا تھا جس جانب قرآن کریم کی تفسیر کرنے والے نے فرمایا کہ سب سے پہلے

برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

یہ ساری تمہید اس نظم "سلام" کے بارے میں ہے جس کے دو اشعار عرض کرچکا ہوں کہ سبز گنبد کی جھلک نے قلب سے اُبھارے تھے۔ باقی اشعار اس نظم میں وہ ہیں کہ جب بیرِ علی سے آگے بڑھ کر ہمارا قافلہ پُرانے متروکہ حجاز ریلوے سٹیشن کے قریب سے پاپیادہ چلا اور مشینی دنیا کو پیچھے چھوڑ کر تسبیح و تحلیل کی صداؤں کے ساتھ ساتھ پہلے ایک کشادہ کچی راہ پر اپنے قافلے کے ساتھ ننگے پیروں چلتا ہوا ہوا اُن گلی کوچوں سے نکلا جن میں گھومتے پھرتے ایک اور شعر وارد ہوا تھا جس کا یہاں لکھ دینا ہی مناسب ہے۔ وہ شعر ہے۔

کہاں ایسے نصیبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چُومے ہیں محمدؐ کے

ہاں تذکرہ فقط اس نظم "سلام" کا تھا۔ بغیر کاغذ پر لکھے مسجد نبویؐ کے "باب السلام" پر باریاب ہونے تک مکمل ہوگیا تھا، اور میں اپنے قافلے والوں کے جھرمٹ میں بآوازِ بلند سنارہا تھا اور دوسرے بھی سینکڑوں درِ حبیبؐ پر پہنچ کر مسرّت کے آنسو بہانے والوں نے مجھ ناچیز کی زبان سے یہ سلام سنا تھا۔

یہ سلام آج پہلی بار شائع ہورہا ہے۔ یاد رہے کہ میں نے سرکارِ دوجہاںؐ کے حضور پیش کرنے کے لئے بہت سے سلام لکھے اور شائع کئے ہیں لیکن یہ میں نے اس لئے اب تک شائع نہیں کیا تھا کہ نہ جانے کیوں اس کے ورود کی یاد میں اپنی ذات ہی سے وابستہ رکھنا چاہتا تھا لیکن اب ہاں ـــــ اب سال خوردہ ہوں:۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَے رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن
الصلوٰۃ والسلام اے صادق الوعد امین

اے مدینے کے مہاجر، سبز گنبد کے امین
عرش ہے تیرے قدم کے فیض سے یہ سر زمین
دلکشی میں کہربا ہے تیرا سنگِ آستاں
ہرطرف سے کھنچ کے آتی ہیں یہاں پیشانیاں
ہر زمیں ہر مملکت سے مرد و زن پیر و جواں
تیری راہوں میں رواں ہیں کارواں در کارواں
کوئی ان میں بادشہ ہے، کوئی ہے ان میں فقیر
سب نظر آتے ہیں تیرے دامِ الفت کے اسیر
عشق کے بندوں کا مسلک پوچھنا بےسود ہے
تیرا در ہر قافلے کی منزل مقصود ہے

●

گرگ بھی، گمراہیاں بھی، پیچ بھی راہوں میں ہیں
راہبر بھی اور رہزن بھی کمیں گاہوں میں ہیں
تیرے دیوانے مگر چلنے سے رُک سکتے نہیں
پاؤں تھک جاتے ہیں سر ان کے کبھی جھکتے نہیں
ہرقدم پر رہبروں کے جال میں پھنستے ہوئے
پتھروں پر ڈگمگاتے، ریت میں دھنستے ہوئے
درد دل میں، لب پہ آہِ سرد اٹھتے بیٹھتے
چلتے رہتے ہیں مثالِ گرد اٹھتے بیٹھتے
یہ اسیرانِ محبت ہیں ترے ادنیٰ غلام
یا محمد مصطفٰے لے لیجئے ان کا سلام

●

الصلوٰۃ والسلام اے منبعِ صدق و صفا
الصلوٰۃ والسلام اے مخزنِ جود و سخا
اے کہ ہے تو ہی غریبوں کا سہارا السلام
کون ہے تیرے سوا یاور ہمارا، السلام (۵)

(۴) السلام اے شمعِ ہستی کے اجالے، السلام قسمتِ بیدار ہو کر سونے والے، السلام
الصلوٰۃ والسلام اے رحمۃ للعالمین الصلوٰۃ والسلام اے صادق الوعد امین

بقیہ: مجلسِ ذکر

سرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لآ الٰہ ہست حسین رضؓ

یہ ہے اسلام کا اصل زمانہ اور یہ ہے مسلمان کی اصل زندگی اور اس کی حیات۔

نیکو کاروں کی عظمت کے آج بھی ڈنکے بج رہے ہیں

یہ حیات ہماری آپ کی جو ہے یہ آنی جانی فانی ہے۔ آپ کے دادا، پڑدادا آج حکمران نہیں، دنیا کے تمام بڑے بڑے تیس مار خاں زندہ نہیں۔ حد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالٰے نے کسی کو اس دنیا میں رکھنا ہوتا تو ولیوں کا، نبیوں کا، سب سے زیادہ حق تھا، لیکن اللہ نے اُن کو بھی دنیا سے بلا لیا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ط (س آل عمران آیت ۱۸۵) ترجمہ: "ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے" میں اور آپ کیا ہیں؟ لیکن اسی لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ط یہ آخرت کی کھیتی ہے، جو بوئیں گے سو کاٹیں گے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

بُرے کام کرنے والوں کی ہمیشہ ذلت رہی ہے۔ جو حرام خور، بے ایمان، متکبر اور حلال حرام میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے، نیکی بدی میں، ڈکیتی چوری میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ لیکن آپ ذرا خیال فرمائیے۔ دنیا میں ہمیشہ نیکوکار کم رہے ہیں لیکن ان کی عزّت و عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں، اُن کی عظمت کے آج دنیا کلمے پڑھ رہی ہے۔ تاریخ میں اُن کے سنہری حروف سے نام لکھے جاتیں گے، وہ چند ہستیاں ہیں اقوامِ عالم میں ــ سو اللہ تعالٰے سے میری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالٰے ہمیں اسلام پر زندہ رکھّے، اسلام ہی کے لئے قبول فرمالے اور شہادت کی موت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

مجلسِ ذکر میں شرکت کرنے والوں کو بشارت

لیکن اللہ تعالٰے کیا فرماتے ہیں ــ؟ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ، تم مجھے یاد کرو میں تمہیں نہ بھلاؤں گا، میں تمہیں یاد کروں گا۔ ہمارا یاد کرنا اپنی حیثیت سے ہے، ان کا یاد کرنا اپنی حیثیت سے ہے۔ ہمارا یاد کرنا یہ قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا، ذکر اذکار اور حج کرنا، زکوٰۃ دینا، اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے، جہاد کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانا، اس راستے میں دامے، درہمے، قدمے، سخنے اپنی سعی کرنا۔ اور یہ جو آپ حضرات جہاد کرکے آئے ہیں، ایک قسم کی ریاضت کر کے آئے ہیں ــ کوئی سیالکوٹ سے بچارے تشریف لائے ہیں (مولانا اسمٰعیل صاحب تشریف فرما ہیں) کوئی گوجرانوالہ سے بھائی تشریف لائے ہوئے ہیں، کوئی شیخوپورہ سے، کوئی کہاں سے، کوئی کہاں سے، یہ ایک ایک منٹ، ایک ایک پیسہ، ایک ایک دمڑی جو راہِ خدا میں نثار ہو رہی ہے۔ اس کا اجر انشاء اللہ بہت زیادہ ملے گا۔ یہاں دنیا کے لئے کوئی نہیں آتا، سب اللہ کا نام لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ یہاں سب خالصتاً لوجہ اللہ آئے ہوئے ہیں، کوئی دولت پیسے کے لالچ سے نہیں آتا بلکہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور آرام و راحت میں رات گذارنے کی بجائے وہ اللہ کا نام لینے کے لئے آتے ہیں بلکہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور آرام و راحت میں رات گذارنے کی بجائے وہ اللہ کا نام لینے کے لئے آتے ہیں، گھنٹوں آنے جانے میں گذر جاتے ہیں، یہ ایک ایک منٹ آپ کے کھاتے میں پڑ رہا ہے، ایک ایک قدم جو اس راستے میں اُٹھ رہا ہے، وہ آپ کے لئے نجات کا سامان بن رہا ہے۔ لیکن یہی چوری ڈکیتی کے لئے آپ قدم اٹھاتے تو ایک ایک قدم آپ کے لئے ہلاکت کا سامان بنتا۔ سو اس لئے آپ خوش قسمت ہیں اور بہت بڑے خوش قسمت ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کوسیگن سے، ولسن سے، جانسن سے، نکسن سے آپ زیادہ خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ وہ بے ایمان ہیں، مشرک ہیں، وہ خدا کی رحمتوں سے دُور ہیں، اللہ تعالٰے اگر ان سے راضی ہوتا تو ان کو اپنی یاد کی توفیق دیتا۔ اپنے نام کو، اپنے کلام کو اور اپنے پیغام کو عام کرنے کی توفیق دیتا۔ یہ کارِ پیغمبراں ہے جو آپ کر رہے ہیں، یہ سنّتِ اولیائے کرام ہے، یہ انبیاء اور اصفیاء کی سنت ہے۔ اس لئے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ خدا کو نہ بھلائیے، خدا انشاء اللہ آپ کو نہ بھلائے گا۔

دنیا میں سب مطلب کے یار ہیں

حدیث میں آتا ہے۔ آپ خوشی میں خدا کو نہ بھولئے، خدا غمی میں آپ کی دستگیری فرمائے گا۔ اور یہاں دنیا میں کیا ہوتا ہے؟ ع

کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انسان سے رہتا ہے

یعنی سایہ جو ہے تاریکی میں وہ بھی انسان سے جدا ہو جاتا ہے۔ تو باقی کون کسی کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کسی کا نہیں، سب مطلب کے یار ہیں۔ آج ہم کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہیں کیونکہ آپ کے پاس چار پیسے ہیں۔ کل کو نہ رہیں گے تو کوئی آپ کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ آج تو آپ کی بڑی تعریفیں اور توصیفیں ہیں، کل کو کچھ بھی نہ ہوگا۔

دنیاوی حکمرانوں کا حشر

آپ دیکھ لیجئے ایک وزیر اعظم، ایک گورنر، ایک صدر آتا ہے، اخباروں میں اُن کے نام کے ڈنکے بجتے ہیں۔ قدِ آدم فوٹو چھپتے ہیں، رات دن کھانسنے بھی ہیں، چھینکنے بھی ہیں اور ان کا ذکرِ خیر چلتا ہے اور ایک دن نہیں گذرتا، کرسی جب سرک جاتی ہے، ان کا سنگھاسن جب ڈولتا ہے اور تختِ شاہی ان کا ہٹتا ہے، پھر تُو کون، میں کون؟ سکندر مرزا جب تک یہاں حکمران تھا، آپ اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجئے سب سرخیاں اس کی بیگم اور اس کے نام ہی سے چلتی تھیں، جب سے وہ سدھارے ہیں لندن کو۔ ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

کبھی آپ نے ذکرِ خیر پڑھا؟ پڑھا ہوگا تو برائی کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ یہی میں کہتا ہوں اگر اللہ والا ہوتا، کوئی مبلّغ ہوتا، کوئی مجاہد ہوتا، اُس نے راہِ خدا

میں کوئی ادنیٰ قربانی دی ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اُس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہوتے۔ اب یہ میجر عزیز بھٹی شہید، ہم جانتے نہیں تھے شہید بھٹی کیا ہے؟ لیکن آج بھٹی بھٹی ہو رہی ہے۔ اسی طرح دوسرے شہداء اور انہی شہداء پر کیا موقوف، شہدائے اُحد، شہدائے بدر، شہدائے حُنین، شہدائے بالاکوٹ، اس سے پہلے بھی یہی صورت حال ہے۔

ہم پر ہر حال میں شکر لازم ہے

تو میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ذاکر بنائے، غافل نہ بنائے، اپنا دوست بنائے، دشمن نہ بنائے، تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے۔ اکبر مرحوم کا شعر ہے۔ ؎

غم میں بھی قانونِ قدرت سے میں بدظن نہیں
یہ سمجھتا ہوں کہ میرا دوست ہے دشمن نہیں

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی کچھ آئے، ع

ہر کہ از دوست می رسد نکوست

بخار دے، بیماری دے، تندرستی دے، طاقت دے۔ اولاد دے، بیوی دے، بچے دے، جو اس کی طرف سے آئے، اُس کی عنایت ہے، اُس کا شکر لازم ہے۔ لیکن شکر زبانی شکر کافی نہیں۔ بے شک نماز آپ کا شکر ہے، لیکن اللہ کو بھلا دیں، اور ایک دفعہ سبحان ربی العظیم کہدیں اور چوبیس گھنٹے یا سال بھر یاد نہ کریں، یہ کوئی شکر یہ نعمت نہیں بلکہ کفرانِ نعمت ہے۔ شکر یہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دم، ہر لحہ آپ کو یاد رہے۔ یعنی کوئی بھی کام کریں تو احکامِ خداوندی، احکامِ رسولؐ پیشِ نظر رہیں، نماز میں، روزے میں، حج میں، زکوٰۃ میں —— یہ تو ارکان ہیں۔ لڑائی میں، جھگڑے میں، ماں باپ کے ساتھ، بیوی بچوں کے ساتھ، دوستوں یاروں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ، جانوروں کے ساتھ، نباتات، چرند پرند کے ساتھ آپ کا معاملہ یا واسطہ پڑے تو آپ اسلام کی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھیں یہ ہے اصل میں شکر۔ مثلاً صحت و تندرستی ہے تو بدنی عبادت بجا لائیے، دولت ہے تو خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چلا جائے، اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو کسی دور دراز، اچھے سے اچھے مقام پر جاکر عبادت گزار ہوں کہ جو بڑی سے بڑی مسجد ہو، جہاں زیادہ سے زیادہ نیکو کار ہوں۔ اللہ کا نام زیادہ لیا جاتا ہو، زیادہ سے زیادہ متقی پرہیزگار ہوں تو وہیں اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں، چاہے جتنا بھی زیادہ خرچ ہو، خود بھی وہیں جاکر کے استفادہ کریں، تو اُس راستے میں جتنی تکلیف زیادہ اٹھائیں گے اتنا ہی آپ کے لئے اجر ہوگا۔ جتنا گڑ اتنا میٹھا۔

عبادت کا وسیع تر مفہوم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے آپ وضو کرتے ہیں، پیشاب سے فارغ ہوتے ہیں، استنجے سے فارغ ہوتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں، چل کے مسجد جاتے ہیں، یہ پیشاب کرنا بھی نماز کے کھاتے میں، عبادت کے کھاتے میں، یہ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، جتنا وقت ہے اور واپس آنے تک، جو بھی آپ کر رہے ہیں، حالانکہ سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ کہنا وہ بھی عبادت ہے، تو یہ پیشاب سے فراغت بھی اُس عبادت کے حکم میں آجاتی ہے۔ حتیٰ کہ جہاد کے لئے گھوڑے کی لید، پیشاب تیر، کمان، بنانے والا، دینے والا، پکڑانے والا، چلانے والا، پانی پلانے والا، یہ سب کے سب عبادت میں داخل ہیں، ذکر اذکار میں داخل ہیں۔ ذکر کی بے شمار قسمیں ہیں، ایک ہی ذکر نہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے جو آپ بیٹھے کر رہے ہیں، یہ اپنی جگہ ہے، اِس ذکر تک موقوف نہیں۔

عبادت میں اخلاص شرط ہے

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جب آپ کسی کو سمجھاتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، اسلام کا کلمہ پڑھاتے ہیں، نہ جاننے والے مسلمانوں کو عبادت کی طرف شوق رغبت دلاتے ہیں۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ، (نیکی کی طرف رہنمائی کرنیوالا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے) حضورؐ فرماتے ہیں کہ جتنا اس کے لئے اپنی عبادت کا اجر ہوگا، آپ کی اس تربیت کا، تبلیغ کا، توجہ دلائی کا اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا۔ جتنا روزہ کھلوانے کا، رکھنے کا، صحابہؓ نے کہا "پھر تو مالدار بازی لے گئے۔" آپؐ نے فرمایا "تم ایک دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ کہہ دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ اندازہ لگائیے! ایک گھونٹ پانی پلا دو، یہ بھی صدقہ ہے، ایک چھوہارے سے روزہ کھلا دو، یہ بھی صدقہ ہے۔ جتنی توفیق ہو۔ ایک کے پاس دمڑی ہے، دمڑی راہِ خدا میں لگا دے، ایک کے پاس کروڑ ہے، کروڑ راہِ خدا میں لگا دے، دونوں خدا کے نزدیک برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ تمہاری دولتیں، صورتیں، شکلیں نہیں دیکھتے، انہوں نے تو تمہارا دل دیکھنا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتے ہیں بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

حضرتؒ کا ارشاد گرامی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آگ پھانکتا ہوا، سمندروں میں تیرتا ہوا، پاپیادہ چلتا ہوا نظر آئے، لاکھوں مریدوں کے ہمراہ آئے، اور کیسے کیسے دعوے کرے، اُس کے مریدین کیسے کیسے لاف و گزاف مارتے ہوں، لیکن خلاف شریعت اگر ایک قدم بھی اٹھاتا ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھنا حرام ہے، بیعت ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ شعبدہ بازیوں سے نجات نہیں، نجات ہے استقامت سے۔ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ ایک اللہ والا کا واقعہ سنا ہے، ایک مرید اُن کے پاس عرصے تک رہا اور پھر چل پڑا۔ چھٹی لینے کے لئے اجازت چاہی تو انہوں نے کہا کہ "بھائی! کیا لینے آئے تھے اور کیا لے کے جا رہے ہو؟" اُس نے کہا کہ "جی میں تو سمجھا تھا کہ آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوں گے، مجھے بھی یہ کردیں گے، وہ کردیں گے، میں نے تو آج تک کرامت کوئی آپ کی دیکھی نہیں، میں تو بھولا بھٹکا ہی رہ گیا، مجھے کوئی کامل ولی ملتا، یہ ہوتا، وہ ہوتا۔" بہرصورت انہوں نے کہا۔ "اور باتیں تو ہم جانتے نہیں، اتنی

بات نہ ادو جتنا عرصہ ہمارے پاس رہے ہو، کوئی تم نے ہمارے فرائض، واجبات، یا سنن اور نوافل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی یا شریعت کی خلاف ورزی کبھی دیکھی ہے"؟ اُس نے کہا "جی یہ تو نہیں دیکھی"۔ انہوں نے فرمایا۔ "اس سے بڑی اور کرامت کیا ہے؟" اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے استقامت کرامت سے اوپر ہے۔ وقتی طور پر انسان بڑے بڑے کارنامے انجام دے لیتا ہے لیکن اصل چیز یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر استحضار کے ساتھ، دوام کے ساتھ قائم رہے۔ یعنی گھٹی میں نماز پڑی ہے، مرتے دم تک نہ چھوڑے۔

حضرتؒ رحمۃ اللہ علیہ کے شوق اور اللہ تعالیٰ کی عطائیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے، یا اللہ! میری ایک نماز قضا نہ ہو، نہیں ہوئی۔ ایک روزہ قضا نہ ہو، نہیں ہوا۔ دوسری دعا یہ ہوتی کہ یا اللہ! چارپائی پہ بیمار ڈال کے نہ گھر والوں کی تکلیف کا باعث بنانا، مجھے چلتا پھرتا لے جانا، اللہ تعالیٰ چلتا پھرتا لے گئے۔ [illegible]نے کا شوق تھا، حق تعالےٰ نے اس کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اولاد کو دین پڑھانے کا شوق تھا، خدا نے توفیق دی، حج اور عمرے کا شوق تھا، خدا نے کئی بار نوازا، اُن کو کھدر کی بجائے اگر کمخواب پہننے کا شوق ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُس سے بھی نوازتے مگر شوق ہی نہیں تھا، پہنتے کھدر تھے مگر حرمین کی زیارت سے اللہ تعالیٰ نے بارہا مشرف فرمایا۔ شکر خوردں کو اللہ تعالیٰ شکر دیتا ہے۔ قرآن مجید کا، حدیث کا ترجمہ کرنے کا شوق ہوا، اُن کے پڑھانے کا شوق ہوا تو یہ مدرسہ ہے، وہ مدرسہ ہے، یہ بچیوں کے لئے، وہ بچوں کے لئے، الحمد للہ ایک نہیں، بیسیوں ہیں، لاکھوں کو اللہ کا نام سکھا گئے، ہزاروں کو دینی تعلیم اور قرآن پڑھا گئے۔

خلقِ خدا سے مہربانی کیجیئے

میں کہتا ہوں کام تو یہ ہے، اَنْبِیَاءٌ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَاءِیْلَ—

اللہ تعالیٰ آپ کی اولادوں کو، ہماری اولادوں کو اور ہمیں بھی اس میں دامے درمے، سخنے جتنا بھی حصہ ہو سکے لینے کی توفیق دیں، کسی کو علم سے، کسی کو عمل سے، کسی کو دولت سے، بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ بھرپور ہمارا قدم اٹھے، یعنی ذکر فکر شغل بھی ہو، عبادت کی بھی توفیق ہو، کلام اللہ کو پڑھنے اور سمجھنے سمجھانے کی توفیق ہو، آگے پھیلانے کی توفیق ہو، بچوں کو پڑھانے اور اپنے دوست احباب کو کلمۂ حق پہنچانے کی توفیق ہو، اور اس راستے میں کوئی بیمار ہو تو اس کی بیمار پُرسی کی جائے، کوئی دنیا سے چلا جائے، اس کی تعزیت کے لئے جایا جائے، کسی کا دل ٹوٹ جائے، اس کا دل بڑھایا جائے، اسی طرح جو مصیبت میں مبتلا ہو اس کی دستگیری کی جائے۔ آپ بندوں کے ساتھ کریں گے، اللہ آپ کے ساتھ مہربانی کرے گا۔ ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کسی سے پوچھیں گے کہ میں ننگا، بھوکا، پیاسا تیرے پاس آیا (طویل حدیث ہے) تم نے مجھے کپڑا نہ دیا، کھانا نہ دیا، پانی نہ دیا۔ وہ کہے گا یا اللہ! تو تو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فوراً فرمائیں گے۔ میرا ایک بھوکا بندہ تیرے پاس آیا، میرا ایک ننگا بندہ تیرے پاس آیا، ایک پیاسا، ایک مصیبت زدہ تیرے پاس آیا تم نے مدد نہ کی۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا، جب خیرات اور صدقہ کرتے ہیں پہلے اللہ کے ہاتھ پر پڑتا ہے پھر محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

دُعا سو اللہ تعالیٰ سے دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق دیں تو حلال کا، ہم خرچ کریں تو حلال، طیّب اور صحیح راستوں میں اور رزقِ حلال اور طیّب ہی نصیب فرمائیں اور وقت اللہ تعالیٰ دیں، صحت اور تندرستی دیں تو پھر اپنی یاد میں گزارنے کی توفیق دیں۔ اور غلط کاموں سے اللہ تعالےٰ ہمیں بچائیں۔ (آمین)

بقیہ: صدر کا انتقال

یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا عہدہ سنبھالا۔

مرحوم کا شمار اپنے ملک کے ممتاز ماہرینِ تعلیم و اقتصادیں میں ہوتا تھا۔ ان کا اصل میدان تعلیم ہی تھا۔ مرحوم متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ مئی ۱۹۶۲ء میں بھارت کے صدر منتخب ہوئے، مئی ۱۹۶۷ء میں بھارت کے صدر چنے گئے اور وفات تک وہ اس عہدے پر فائز رہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کی موت سے بھارت ایک قابل احترام رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

بقیہ: خطبۂ جمعہ

دنیا میں کام کیا تھا اس سے جاکر اجر لے لے مگر وہاں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم ہر کام فقط اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے کریں، اخلاص کو شعار بنائیں اور دکھلاوے کے تمام کاموں سے ہر حال میں بچیں۔

بقیہ : حقیقی کارنامہ

ایک دفعہ آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ میں صرف اتنے الفاظ کہے:-
"صاحبو! میں ایک زمانے میں اتنا نادار تھا کہ لوگوں کا پانی بھرتا تھا وہ مجھے چھوہارے دیتے، اور میں وہی کھا کر بسر کرتا ــــ" لوگوں نے دل میں خیال کیا کہ منبر پر کہنے کی یہ کون سی بات ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے خود ہی فرمایا۔ کہ "میری طبیعت میں ذرا غرور آ گیا تھا اسے توڑ رہا ہوں" اس طرح غرور کو توڑا ہے۔

بقیہ : انہیں منزلوں کے . . . . .

عباسؓ نے ان کافروں سے کہا کہ سوچو! اس کے قبیلے سے ہو کر تم گذرتے ہو۔ اگر یہ وفات پا گیا تو تمہارا راستہ مسدود ہو جائے گا اور تجارت بند ہو جائے گی۔ اس طرح سے حضرت عباسؓ نے کفار کے نرغہ سے بچایا۔

انہی (حضرت ابوذرؓ) سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جناب جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری ملاقات ہوتی تھی تو کیا آپؐ مصافحہ فرماتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ہاں جب بھی ملاقات نصیب ہوئی مصافحہ ضرور فرمایا اور بتلایا کہ ایک روز آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ میں گھر پہ نہیں تھا۔ جب گھر آیا تو اطلاع ملی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بلایا ہے۔ چنانچہ میں حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ تخت (چارپائی) پر تشریف فرما تھے۔ میں گیا تو آپؐ نے مجھے گلے سے لگایا ــــ فرماتے ہیں کہ فکانت تلکؐ اجود۔ یہ نہایت ہی عمدہ (اداء اور عطاء) تھی۔

تو حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ آپؐ کی عادت طیبہ مصافحہ فرمانے کی تھی۔ مسلمان کا فرض ہے کہ آپ کی پاکیزہ عادات کو اپنائے۔ مصافحہ اور اس طرح کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی زیادہ کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ

روزانہ دن کے وقت ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے کہ جبکہ کسی خاص مقام پر اشیاء کا سایہ عین قبلہ کی سمت میں پڑتا ہے اس سے نئی مساجد کی بنیاد رکھنے کی میں مددیوں لی جا سکتی ہے کہ منتخب شدہ مقام پر زیرِ تجویز مسجد کا کوئی سا ایک کونہ منتخب کرلیں اور اس پر سات آٹھ فٹ لمبا ایک بانس بالکل عموداً نصب کردیں۔ اور اس خاص لمحہ پر جس طرف اس کا سایہ پڑے ادھر سائے کا نشان زمین پر لگا دیں اور اس پر دیوار کی بنیاد رکھ لیں۔ جب قبلہ کے رُخ دیوار کا نشان لگ جائے تو پھر محراب والی یا عقبی دیوار کا نشان لگانا آسان ہے۔

تعمیر مسجد کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل معلومات احقر کو خط کے ذریعہ بہم پہنچا کر وہ خاص وقت معلوم کرلیں۔

۱۔ شہر یا قصبہ کا نام (اگر وہاں کا طول بلد اور عرض بلد معلوم ہو تو وہ بھی لکھ دیں، ورنہ خود ہی معلوم کر لیا جائے گا۔) اگر کسی گاؤں میں مسجد بنانا ہو تو اس گاؤں کا جغرافیائی محل وقوع درج فرمائیں۔

۲۔ انگریزی مہینہ کی کس تاریخ کو مسجد کا نشان لگانا مقصود ہے۔

احقر ملک بشیر احمد بگوی ایگزیکٹو انجینئر دفتر ڈائرکٹر آف ورکس اینڈ چیف انجینئر۔ پی۔ اے۔ ایف پشاور چھاؤنی

دعائے صحت

کویت میں خدام الدین کے قدیمی سرپرست محترم عبد الواحد کھوکھر کافی دنوں سے [illegible] بیمار ہیں قارئین خدام الدین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو جلد [illegible] شفا کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

بچوں کا صفحہ

حقیقی کارنامہ

محمد افضل بی، اے بورسٹل سکول، ہری پور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سالہ دَورِ حکومت میں ایران و روم کی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئیں۔ ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک مسلمانوں کی حکومت تھی مگر اتنی وسیع حکومت کے باوجود ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ ان فتوحات سے بھی بڑھ کر حضرت عمر رضؓ کا ایک اور حقیقی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مذہبی بنیادوں پر ایک ایسا عادلانہ نظامِ حکومت مرتب کیا جو مسلمانوں کی شرافت و ثقافت کا ضامن تھا اور جس سے بڑھ کر عادلانہ نظام آج کے ترقی یافتہ دَور میں بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تبلیغِ اسلام

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ [illegible] ت سے حضرت عمر رضی اللہ [illegible] کا سب سے پہلا فرض اسلام کی [illegible] غ تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف ذرائع اختیار کئے اور آپ کے عہد میں اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی لیکن جبر سے نہیں بلکہ اسلام کی خوبیوں کی تبلیغ کے ذریعے۔ آپ جبری اسلام کے خلاف تھے۔ ایک دفعہ ایک غلام کے سامنے اسلام پیش کیا اُس نے انکار کیا تو آپ نے فقط "لا اکراہ فی الدین" کہہ کر چھوڑ دیا۔

جب کسی ملک پر فوج کشی ہوتی۔ [illegible] سپہ سالار کو تاکید کر دی جاتی کہ وہ [illegible] سے پہلے اسلام پیش کرے۔ [illegible] اسلام کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ غیر مذہب والوں کے سامنے اسلام کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا جائے جس سے متاثر ہو کر وہ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضؓ کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم و ارشادات اور احتساب سے مسلمانوں کو اسلام کی سچی تصویر بنا دیا تھا۔ جسے دیکھ کر غیر قومیں خود بخود اسلام کی طرف کھنچتی تھیں۔

مساوات

عہدِ فاروقی کی ایک قابلِ قدر خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تمام بے جا امتیازات کو مٹا کر امیر و غریب اور بلند و پست کو ایک سطح پر کر دیا۔ اس کا عملی نمونہ خود ان کی اپنی ذات تھی۔ بادشاہ اور عام رعایا کے حقوق میں کوئی فرق نہ تھا۔ معمولی معمولی باتوں میں بھی اس کا خاص خیال رکھتے۔ عمر بن العاص رضؓ نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنوایا تو آپ نے لکھ بھجوایا کہ تم پسند کرتے ہو کہ مسلمان نیچے بیٹھیں اور تم اوپر۔ شام کا ایک نامور فرمانروا جبلہ عیسائی [illegible] مسلمان ہو گیا۔ طواف میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں تلے آ گیا۔ جبلہ نے غصے میں آ کر اسے تھپڑ دے مارا۔ اس شخص نے برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تم نے جیسا کیا ویسا پا لیا۔ اس نے امارت کے نشے میں کہا۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ اگر کوئی ہم سے گستاخی کرے تو قتل کا سزاوار ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ ہاں زمانہ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے اس تفریق کو ختم کر دیا ہے۔

حُبِّ رسولؐ

حضرت عمر رضؓ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی۔ جان، مال، اولاد غرض کہ ہر عزیز چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان تھی۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن کے لئے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کر لی۔ چنانچہ ایک روز حضرت عمر رضؓ آستانۂ نبویؐ پر حاضر ہوتے لیکن بار بار اذن طلب کرنے پر بھی جب حاضری کی اجازت نہ ملی تو زور سے پکار کر عرض کی یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم! میں حفصہ رضؓ (ام المومنین اور حضرت عمر رضؓ کی صاحبزادی تھیں) کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں اور اگر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں ابھی اس کا سر قلم کر دوں۔

زُہد و قناعت

حضرت عمر رضؓ کی کتاب اخلاق کا ایک روشن باب زہد و قناعت اور تواضع و انکساری ہے۔ حکومت پر متمکن ہونے کے بعد جس زہد و قناعت کا نمونہ آپ نے پیش کیا تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک طرف ایران کی فوج کشی ہے، قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے گفت و شنید درپیش ہے۔ خالد رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ سے بازپرس کی جا رہی ہے، فاتح ایران و مصر کے نام حکمنامے جاری ہیں تو دوسری طرف بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ، پاؤں میں پرانی جوتی۔ اور اس حالت میں گھروں میں پانی بھرنے کے لئے کاندھے پر مشک ہے یا کوئی وقت ایسا ہوتا ہے کہ کام سے تھک کر مسجد کے کسی گوشے میں فرشِ خاک پر استراحت فرما رہے ہیں۔ باہر آپ کبھی خیمہ کا انتظام نہ کرتے جہاں قیام کرنا ہوتا درخت کے سائے میں بیٹھ رہتے۔ جن لوگوں کی نگاہیں شان و شوکت چاہتی تھیں انہیں بعض اوقات آپ کی سادگی کی وجہ سے ڈھونڈنے میں دِقت ہوتی۔ شام کے سفر میں جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین رضؓ کو اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گے قیمتی لباس اور ترکی گھوڑا پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں خدا نے اسلام کی جو عزت دی ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے

احتسابِ نفسی

حضرت عمر رضؓ کے دل میں جب کبھی عُجب اور غرور کا شائبہ تک ہوتا تو فوراً اس کا تدارک کرتے۔ چنانچہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

۳۰
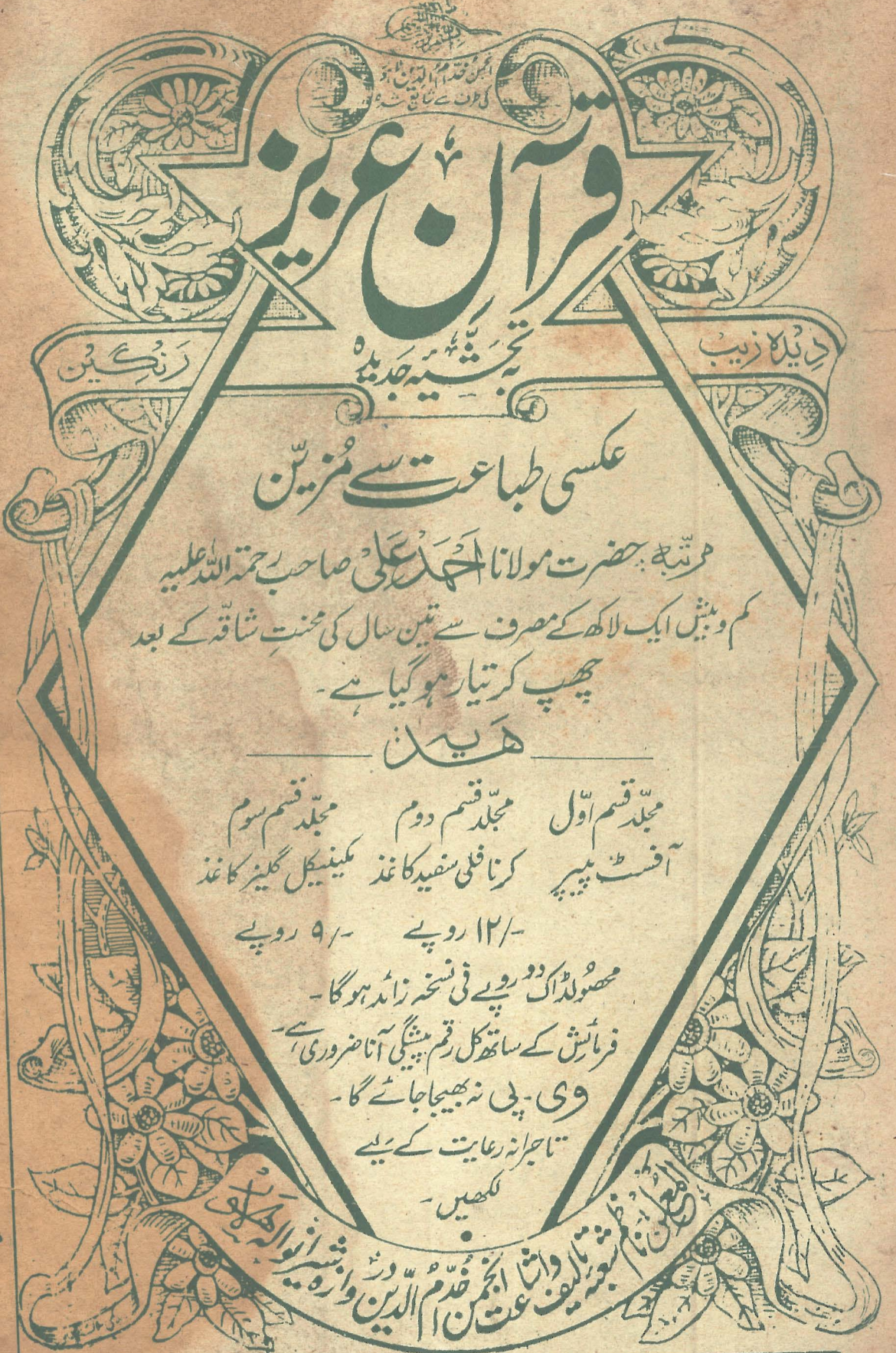
۹ رمئی ۱۹۶۹ء

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲۰۷۶۷/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۴۶-۵۳۱۰-۲ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
؍؍ ؍؍ ششماہی	..	۶
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۰
؍؍ ؍؍ بحری جہاز		۱۱
؍؍ ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
؍؍ بحری	..	۶
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
؍؍ ؍؍ بحری	۸۰	۱۸

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن منیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہو